ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ
۱۳ مئی ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟ فَقَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ "فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ کَثِیْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَھٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ہتھیاروں سے سجا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پہلے جہاد کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپ نے فرمایا کہ اولاً اسلام قبول کرو۔ پھر جہاد کرو چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا، اور پھر جہاد کیا۔ حتیٰ کہ شہید کر دیا گیا۔ (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کام کم کیا، اور ثواب زیادہ دیا گیا (بخاری ومسلم) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یُحِبُّ اَنْ یَرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَہٗ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّہِیْدُ یَتَمَنّٰی اَنْ یَرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا یَرٰی مِنَ الْکَرَامَۃِ "، وَفِیْ رِوَایَۃٍ " لِمَا یَرٰی مِنْ فَضْلِ الشَّہَادَۃِ "، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو دنیا میں لوٹ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ روئے زمین کی تمام چیزیں اسے مل جائیں البتہ شہید جب اپنی عزت و تکرم کو دیکھتا ہے تو آرزو کرتا ہے کہ لوٹ کر دنیا میں (جائے اور دس مرتبہ راہِ خدا میں مارا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (البتہ شہید) جب شہادت کی فضیلت کو دیکھتا ہے تو یہ آرزو کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَغْفِرُ اللّٰہُ لِلشَّہِیْدِ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ"۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: " اَلْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید کی ایک چیز (گناہ) سوائے قرض کے معاف کر دیتا ہے (مسلم) اور مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ اللہ رب العزت کے راستہ میں مارا جانا قرض کے سوائے ہر ایک گناہ کا کفارہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْہِمْ فَذَکَرَ اَنَّ الْجِہَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ قُلْتَ؟" قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم ان کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور پھر فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا سب سے افضل اعمال ہیں (یہ سن کر) ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ فرمایئے کہ اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم راہِ خدا میں مارے جاؤ اور جمے رہو اور ایمان کے ساتھ امید ثواب رکھو (میدان میں) دشمن کی طرف رخ رکھو اور پشت پھیر کر نہ بھاگو (تو گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے (ابھی) کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا۔ فرمایئے، اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ تم جمے رہو۔ اور ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھو دشمن کی طرف منہ رکھو اور پشت نہ پھیرو۔ البتہ قرض معاف نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ کو یہی (حکم الٰہی) پہنچایا ہے (مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ اَیْنَ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ قُتِلْتُ قَالَ: فِی الْجَنَّۃِ" فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ کُنَّ فِیْ یَدِہٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ اگر میں (راہِ خدا میں) مارا جاؤں تو کس جگہ ہوں گا؟ آپ نے فرمایا جنت میں (یہ سن کر) جو کھجوریں اس کے ہاتھ میں تھیں اس نے پھینک دیں۔ پھر قتال کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

لاہور
خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۲۱ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۳ رمئی ۱۹۶۶ء | شمارہ ۵۲

جرائم کا انسداد

پولیس کے ایک ذریعہ کے حوالہ سے یہ خبر مختلف اخبارات میں چھپ چکی ہے کہ مغربی پاکستان میں قتل، لوٹ مار، ڈکیتی اور نقب زنی کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور اطلاع کے مطابق سماج دشمن عناصر کی سرگرمیوں میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے یہ اطلاعات ہر محب وطن پاکستانی کے لئے سخت تشویش کا باعث ہیں۔ اور ان کے سدِ باب کے لئے ضرور کوئی جامع و مانع لائحہ عمل مرتب ہونا چاہیئے۔ تاکہ پاکستان کے شہری امن و امان اور بے فکری کے ساتھ اپنے شب و روز گزار سکیں۔ جرائم کی اس بڑھتی ہوئی رفتار کو دیکھ کر کسی بھی شریف انسان کو سکھ کا سانس نہیں آ سکتا۔ اور اس کی اوّلین کوشش یہی ہو گی کہ کسی نہ کسی طرح ان انسانیت سوز واقعات کا تدارک ہو جائے جو آئے دن معاشرے کے افراد کے لئے سوہانِ روح بنے ہوتے ہیں۔

پولیس رپورٹ کے مطابق گذشتہ مارچ میں صوبہ کے طول و عرض میں سات ہزار چار سو ستائیس مقدمات درج کئے گئے۔ جبکہ مارچ ۱۹۶۵ء میں یہ تعداد چھ ہزار نو سو بتیس تھی۔ گویا اسی مہینے میں گذشتہ سال کے مقابلے میں ۴۹۵ وارداتوں کا اضافہ ہوا۔ مزید برآں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نمایاں اضافہ قتل اور ڈاکے کی وارداتوں میں ہوا اور پولیس نے مجرموں کے منظم گروہوں کا سراغ لگانے کی حتی الامکان کوشش کی مگر گذشتہ ایک سال کی تگ و دو سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مہم بحیثیت مجموعی ناکام رہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض جرائم کی روک تھام کے لئے خاص قوانین نافذ ہیں اور پولیس کے خاص عملے متعین ہیں۔ مگر اس کے باوجود جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار اس بات کا ثبوت ہے کہ یا تو یہ قوانین ہی سرے سے ناقص ہیں یا ان قوانین کو استعمال کرنے والے فرض شناسی کا ثبوت نہیں دے رہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جو محکمے جرائم کی روک تھام پر مامور ہیں وہ جرائم کی وارداتوں میں اضافے کا جواز اکثر و بیشتر پیش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہ کہا گیا ہے کہ گرانی، آبادی میں اضافہ، صنعتی ترقی اور دیہی آبادی میں شہروں کی طرف منتقل ہونے کا رجحان جرائم میں اضافے کا سبب ہے۔ اور پولیس کی جانب سے بالعموم یہ عذر لنگ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ اضافہ فی الواقعہ جرائم میں نہیں ہوا بلکہ پولیس کے عملے نے زیادہ مستعدی کا ثبوت دے کر زیادہ سے زیادہ مقدمات رجسٹر کئے ہیں تاکہ جرائم کا سدِ باب ہو سکے۔

ہمارے خیال میں یہ دلیل بے معنی ہے۔ پولیس کا زیادہ رپورٹیں درج کرنا عوام پر کوئی احسان نہیں ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ مقدمات کی مکمل رپورٹیں درج کریں۔ اور جرائم کی روک تھام اور شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے سلسلے میں اپنا فریضہ خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ ان کی اس دلیل کا مطلب تو یہ ہوا کہ بعض وارداتیں اس کے علاوہ بھی ہیں۔ جن کی رپورٹیں درج نہیں کی جاتیں اور پولیس فرض ناشناسی کا ثبوت دیتی ہے۔ رپورٹیں درج کرنے کا بدیہی نتیجہ تو یہ ہونا چاہیئے کہ جرائم قلع قمع ہو جائے نہ کہ جرائم کی وارداتوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔ آخر رپورٹیں درج ہو جانے سے ایک عام آدمی کے اطمینان کا کیا پہلو نکل سکتا ہے؟ کیونکہ امن عامہ کے محافظوں کا کام محض جرائم کی رپورٹوں کا اندراج نہیں ہوتا بلکہ اُن عناصر کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ جو شہریوں کی عزت و ناموس اور جان و مال کے لئے خطرہ ہیں۔

ہماری رائے میں جرائم کے انسداد کے مختلف محکموں اور اداروں اور امن عامہ کے محافظوں کو بڑھتے ہوئے جرائم کے وجوہ و اسباب بیان کرتے وقت خود اپنے طریق کار اور رویئے کو بھی ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ درحقیقت ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ امن عامہ کے محافظ، جرائم پیشہ افراد سے نپٹنے کے جس طریقے پر عمل پیرا ہیں اُس میں برسوں سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تفتیش کا جو طریقہ غیر ملکی حکمرانوں نے وضع کیا تھا اُس میں بنیادی تبدیلی لانے کی کوئی بھرپور کوشش نہیں کی گئی اور نہ ہی جرائم کے اسباب محرکات دریافت کر کے اسلامی بنیادوں پر ان کے انسداد کی کوئی سعی کی گئی ہے۔

ہمارا دعوٰے ہے کہ جب تک اسلامی قوانین نافذ نہیں کئے جاتے، مجرموں کے لئے شرعی سزائیں اور ان کے نفاذ کے شرعی طریق مقرر نہیں کئے جاتے جرائم کا کبھی سدِ باب نہیں ہو سکتا۔ اور جرائم روز بروز بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔

اے کارپردازانِ مملکت! وقت آگیا ہے اور معاشرہ کی پیچیدہ ہیئتِ اجتماعی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ جرم و سزا ہی کے پورے نظام کا نہیں بلکہ سارے دستور کا ازسرِ نو جائزہ لیا جائے اور اسے کتاب و سنت کی روشنی میں ترتیب دیا جائے تاکہ یہ ملک فی الواقعہ مثالی خطہ اور جنت نظیر ٹکڑہ بن جائے۔

ہمیں اس حقیقت کے اظہار میں کوئی باک نہیں اور ماضی و حال کی تاریخ شاہد ہے کہ معاشرے کی اصلاح میں جس حد تک مذہب مؤثر ہو سکتا ہے دنیا کی کوئی طاقت یا تحریک اس کا جواب نہیں ہو سکتی ——— اس گئے گذرے دور میں آپ سعودی عرب ہی کی مثال سامنے رکھئے۔ وہاں کسی حد تک اسلامی قوانین نافذ ہیں جن کی وجہ سے جرائم دنیا کے مہذب سے مہذب ملک کے مقابلے میں بھی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ کیا وہاں آبادی میں اضافہ نہیں ہو رہا؟ کیا صنعتی ترقی اور دیہی آبادی میں شہروں کی طرف منتقل ہونے کا رجحان ترقی پذیر نہیں ہے اگر ہے تو پھر یہ اسباب وہاں کیوں جرائم میں اضافے کا باعث نہیں بنے۔



۷ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۸ اپریل ۱۹۶۶ء

توکل کا صحیح مفہوم

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ : امّا بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

بزرگانِ محترم ! آج میری معروضات کا عنوان "توکل" ہے - اکثر لوگ توکل کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں - عام لوگوں کے نزدیک اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ انسان بیکاروں اور اپاہجوں کی زندگی بسر کرے - ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھا رہے، کوئی کام نہ کرے - لوگوں کے صدقات وخیرات اور نذر و ہدایا پر نظر رکھے لیکن قرآن حکیم کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے - قرآن کریم کی رُو سے توکل کے معنی یہ ہوں گے کہ مشکلات و مصائب کے وقت ہمت و استقلال، عزمِ اثبات اور جوش و ولولہ عمل کے ساتھ مصروفِ کار ہو - نتائج وثمرات کی طرف سے خوفزدہ ہو کر اپنے فرائضِ حیات ترک نہ کرے - بلکہ اللہ تعالےٰ سے کامل توقع رکھے کہ وہ ضرور کامیابی عطا فرمائیں گے -

یہ جہان سعی اور جد و جہد سے عبارت ہے - اور انسان کو وہی کچھ ملے گا جو وہ عمل کرے - لیس الانسان الّا ما سعیٰ -

انبیاء علیہم السلام کا مدار توکل پر تھا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا تھا کہ پہلے اونٹ کی ٹانگ کو رسی سے باندھ دو اور پھر اُسے اللہ کے بھروسہ پر چھوڑو - یہ نہیں کہ اونٹ کو کھلا چھوڑ دو اور کہو کہ اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دیا - اب یہ کہیں نہیں جائے گا - یہ دنیا عالم اسباب ہے - یہاں اسباب مقدور بھر پہلے فراہم کرنے ہوں گے اور پھر اونٹ کو اللہ کے سہارے پر باہر کھڑا کرنا ہوگا - ع

بر توکل زانوئے اشتر ببند

اسی لئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے —

قرآن عزیز میں ارشاد ربانی ہے :-

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (مائدہ آیت ۲۳)

ترجمہ : اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو مردوں نے کہا جن پر اللہ کا فضل تھا کہ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں گھس جاؤ - پھر جب تم اُس میں گھس جاؤ گے - تو تم ہی غالب ہو گے اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم ایماندار ہو -

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل کو دریا کے دوسرے کنارے پر لے آئے تو ملک شام وہاں سے تھوڑی دور تھا - اور شام پر ایک قوم عمالقہ کی حکومت تھی - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا - کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالےٰ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ملک شام تمہاری اولاد کو دیا جائیگا وہ تمہارے ہاتھوں پورا ہوگا - اور اب اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے ملک شام تمہارا ہے - لیکن تمہیں اس کے لئے عمالقہ سے جہاد کرنا پڑے گا -

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو شام بھیجا - تاکہ وہاں کی صحیح خبر لائیں اور آ کر وہاں کے حالات ہمیں بتائیں —— انہوں نے واپس آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ملک شام بڑی خوبیوں کا ملک ہے - لیکن جن لوگوں کا آج کل اُس پر قبضہ ہے وہ بڑے زبردست، قوت والے دیو جیسے آدمی ہیں -

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سرداروں سے کہا - کہ تم عوام کے سامنے ملک کی خوبیاں بیان کرنا - لیکن یہ نہ کہنا کہ وہاں بڑی طاقت والے زبردست لوگ ہیں - کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل یہ سن کر ہمت نہ ہار دیں اور جہاد سے روگردانی اختیار کر لیں - بارہ کے بارہ نے وعدہ کر لیا لیکن باہر نکل کر صرف دو۲ نے اپنا وعدہ ایفا کیا - اور باقی دس نے بنی اسرائیل پر یہ ظاہر کر دیا کہ شام کے لوگ بہت قوی اور دیو جیسے طاقتور آدمی ہیں ہم نے ایسے آدمی نہ کبھی دیکھے ہیں اور نہ ہی سننے میں اس قسم کے آدمی آئے ہیں —— چنانچہ اس پر بنی اسرائیل نے کہا " اے موسیٰ علیہ السلام وہاں تو بڑے زبردست دیو کی طرح کے لوگ ہیں - جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں گے ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے - ہاں اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم وہاں بڑے شوق سے جائیں گے - ان کا یہ جواب سن کر بارہ میں سے اُن دو آدمیوں نے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کیا تھا - بنی اسرائیل کے سامنے شہر کی تعریف کی اور ان کو حوصلہ دلایا —— مذکورہ بالا آیت میں ان دو آدمیوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کو فقط اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والا کہا گیا ہے اور کہا ہے کہ ان پر اللہ تعالےٰ نے اپنا انعام کیا کہ وہ اپنے قول و قرار پر قائم رہے - اور لوگوں سے کہا :-

" لوگو ! تم بے دھڑک شہر کے دروازے میں گھس کر ان لوگوں سے جا لڑو - اور ذرا خوف نہ کرو - دیکھو ! تم شہر کے پھاٹک تک تو چلو - پھر خدا تم ہی کو غالب کرے گا — خدا اُسی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے "

حاصل یہ نکلا کہ اسبابِ مشروعہ کو ترک کرنا توکل نہیں تعطل ہے - توکل یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے لئے انتہائی کوشش اور جہاد کرے اور پھر اس کے ثمر آور اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے خدا پر بھروسہ رکھے - اپنی کوشش پر نازاں اور مغرور نہ ہو - باقی اسبابِ مشروعہ کو چھوڑ کر خالی امیدیں باندھتے رہنا توکل نہیں تعطل ہے -

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس پر شاہد ہے کہ انہوں نے دینِ حق کی اشاعت کے لئے ہر طرح محنت کی، تکلیفیں اٹھائیں اذیتیں سہیں، پتھر کھائے، غزوات و سرایا میں حصہ لیا اور کیا کچھ نہیں کیا — یہ سب باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جد و جہد اور کوشش پہلے کرنی چاہئے اور پھر اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا کی اگر اوسط نکالی جائے تو ایک مہینے میں ایک غزوہ یا سرایا اوسط بنتی ہے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں

(باقی صفحہ ۱



۱۳ر محرم الحرام ۱۳۸۶ھ بمطابق ۶ر مئی ۱۹۶۶ء

تعلق باللہ درست کرنے والے ہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہونگے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :-
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(پ ۱۸ - س المومنون آیت ۱ تا ۱۱)

ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوگئے - جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں - اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں - اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں - مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لئے کہ اُن میں کوئی الزام نہیں - پس جو شخص اس کے علاوہ طلبگار ہو وہی حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہی وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے - وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے -

بزرگانِ محترم ! اسلام چاہتا ہے کہ انسان ایسے کام کرے جس کا نتیجہ اچھا نکلے اور ایسے اعمال اختیار کرے جس سے آپ بھی سُکھ چین سے رہے اور مخلوقِ خدا بھی راحت و آرام سے زندگی بسر کرے -

سورۂ مومنون مکّہ معظّمہ میں نازل ہوئی تھی جہاں اس امر کی ضرورت تھی - کہ مسلمانوں اور تعلق باللہ درست رکھنے والوں کے خصوصی امتیازات کا ذکر کیا جاتا - اور بتایا جاتا کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جن کا تعلق باللہ درست ہو جاتا ہے اُن میں کون سے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں - جو انہیں دیگر لوگوں سے معزز و سربلند کر دیتے ہیں - مقصد یہ تھا کہ جو لوگ اسلام لائیں ایک تو وہ یہ صفات اپنے اندر پیدا کر لیں دوسرے یہ کہ جو لوگ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے اُن کو اسلام کی خوبیوں اور اللہ والوں کی شان کا علم ہو جائے -

چنانچہ آیاتِ مذکورہ بالا میں ایمان والوں کی صفتیں اور ان کے اطوار و عادات بیان کئے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ دونوں جہان کی فلاح اور بہبودی فقط تعلق باللہ درست رکھنے والوں کے لئے ہے -

اندازہ فرمایئے ! مکہ معظمہ میں یہ آخری سورت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور جس وقت یہ سورت نازل ہوئی اس وقت مکہ میں مسلمانوں کا بُرا حال تھا ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دشمنانِ اسلام ہجوم کرکے ان کی تکہ بوٹی کر ڈالیں گے — دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے گھر بار چھوڑ کر مدینہ جانے کی تیاری ہو رہی تھی لیکن ایسی کس مپرسی کی حالت میں بھی صاف اور کھلے الفاظ میں اعلان کیا جا رہا ہے کہ اللہ عزّ وجل پر ایمان لانے والے اور نبیِّ آخر الزمان جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے ہی بالآخر کامیاب و بامراد ہوں گے - دنیا میں بھی عزت انہی کو ملے گی اور مرنے کے بعد ہمیشہ کا سُکھ اور چین بھی انہی خوش بختوں کو نصیب ہوگا - کیونکہ انہوں نے کام ہی ایسے اختیار کئے ہیں جن سے دونوں جہان کی کامیابی ان کے قدم چومے گی -

دیکھو ! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کی آیتوں کو کان لگا کر سنا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً اللہ عزّ وجل کا رسول مان لیا - اور پھر جو کچھ آپؐ نے بتایا اس کو گرہ سے باندھ لیا اور استقامت کے ساتھ تا دمِ زیست اُسی راہ پر چلتے رہے جو رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے متعیّن کر دی تھی - چنانچہ اللہ عزّ وجل نے اسی عزم و ارادہ اور ایمان کی بدولت ان کو کامیاب و بامراد کیا - دنیا بھر کے سرکش ان کے آگے سرنگوں ہو گئے — پہلے مکہ کے شوریشتوں نے بدر کے میدان میں ان سے منہ کی کھائی - اور پھر سارا عرب ہی ان کے تسلّط میں آگیا - پھر یہ عرب سے بھی باہر نکلے اور غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کی طاقتور سلطنتوں کو جو خلق اللہ پر طرح طرح کے ظلم توڑ رہی تھیں نیچا دکھایا اور ہر طرف امن و آشتی کا دَور دَورہ کر دیا — دنیا نے اطمینان کا سانس لیا - کمزور قوموں نے انہیں اپنا نجات دہندہ سمجھ کر گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا اور اللہ کی مخلوق نے ان سے تہذیب و اخلاق کی تعلیم حاصل کی - غرض یہ جہاں کہیں گئے پیغامِ رحمت بن کر گئے - اور زمانہ بھر کی کامیابیاں ان کے قدموں پر نچھاور ہوتی رہیں -

اب سنئے ! کہ وہ طرزِ عمل کیا تھا اور وہ تعلیم کیا تھی جو قرآن حکیم اور اللہ عزّ وجل کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سکھائی - آپؐ نے اوّل تو انہیں یہ بتایا کہ اللہ عزّ وجل پر ایمان لاؤ

اور یقین کرلو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی پروردگار، والی وارث اور خبرگیر نہیں ہے اُسی کے کرم کے امیدوار رہو اور اسی کے غضب سے ڈرو اور کسی کی پرواہ نہ کرو۔

دیکھو! اگر اللہ جل شانہٗ تم سے راضی رہے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ہمیشہ اُسی پر تکیہ رکھو اور اُسی کے بھروسے پر زندگی کی تمام منازل طے کرو اور جان لو کہ اگر تمہارا تعلق باللہ درست ہے تو تمہیں کبھی ناکامی نہیں ہوگی۔ دنیا میں بھی کامیاب رہوگے اور آخرت میں بھی سرخرو ٹھہروگے ــــ

تعلق باللہ درست کرنیوالوں کے اوصاف

مذکورہ بالا آیات میں تعلق باللہ درست کرنے والوں کے چھ اوصاف خصوصیّت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ گویا ایمان وعمل کے مرقع میں قرآن عزیز کے نزدیک یہی وہ سب سے زیادہ نمایاں خط وخال ہیں جن کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہوسکتی ــــ اور یہ حقیقت ہے کہ جس زندگی میں یہ خصائص نہ ہوں وہ مومن کی زندگی نہیں سمجھی جاسکتی۔ اور نہ ہی اُسے تعلق باللہ درست کرنے والوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

خصائص حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ خضوع وخشوع سے نمازیں پڑھنا یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا۔

خشوع کا پورا مفہوم کسی ایک لفظ میں ادا نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کسی باہیبت و اجلال مقام میں کھڑے ہوجائیں تو آپ کے ذہن وجسم پر کیسی حالت طاری ہوجائیگی؟ ایسی ہی حالت کو عربی میں "خشوع" کہتے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام مولانا عثمانی رح

"خشوع" کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف وہیبت کے ساتھ ساکن وپست ہونا۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے "خاشعون" کی تفسیر "خائفون ساکنون" سے کی ہے۔ اور آیت "ترا لارض خاشعۃً فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزّت وربت" بھی دلالت کرتی ہے کہ "خشوع" میں ایک طرح کا سکون وتذلّل معتبر ہے۔ قرآن کریم میں "خشوع" کو وجوہ، ابصار، اصوات وغیرہ کی صفت قرار دیا ہے اور ایک جگہ آیت "الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ" میں قلب کی صفت بتلائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضائے بدن کا خشوع اس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع، خائف اور ساکن وپست ہوگا تو خیالات ادھر ادھر بھٹکتے نہیں پھریں گے ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے۔ پھر خوف و ہیبت اور سکون وخضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے۔ مثلاً بازو اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا، ادھر اُدھر نہ تاکنا، کپڑے یا ڈاڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا، انگلیاں نہ چٹخانا اور اسی قسم کے بہت سے افعال واحوال لوازم وخشوع میں سے ہیں۔

احادیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نماز میں ایسے ساکت رہتے تھے کہ جیسے بے جان لکڑی۔ اور کہا جاتا تھا کہ یہ نماز کا خشوع ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدوں خشوع کے صحیح ومقبول ہوتی ہے یا نہیں صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزائے صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں ــ ہاں قبول صلوٰۃ کے لئے شرط ہے ـــ میرے نزدیک یوں کہنا بہتر ہوگا کہ حسن قبول کے لئے شرط ہے ــــ واللہ اعلم ــ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ احیاء العلوم اور اس کی شرح میں تفصیل ملاحظہ کی جائے۔ بہرحال انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی اُن ہی مومنین کو حاصل ہوگی جو خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور ان اوصاف سے موصوف ہیں جو آگے بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ تعلق باللہ درست کرنے والوں کی دوسری خصوصیت باطل، لغو اور نکمّی باتوں سے علیٰحدہ رہنا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی فضول وبیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ کوئی دوسرا شخص لغو اور نکمّی بات کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کو وظائف عبودیت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں میں اپنے کو پھنسائیں ـــ

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو
چو بگذشت بر عارفِ جنگ جو
گر ایں مدعی دوست بشناختے
بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ نے بیہودہ کاموں میں تھیٹر، سینما، رسومات غیراسلامی کو بھی شمار کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ تعلق باللہ درست کرنے والے ہر قسم کے بیہودہ کاموں، باطل، لغو اور نکمی باتوں سے قطعی علیحدہ رہتے ہیں۔

۳۔ تیسری خصوصیت زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا، اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی ان کی عادت ہے کہ ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی دی کبھی نہ دی۔ غالباً اسی لئے "یؤدون الزکوٰۃ" کی جگہ "للزکوٰۃ فاعلون" کی ترکیب اختیار فرمائی۔ گویا بتلا دیا کہ زکوٰۃ ادا کرنا اُن کا مستمر کام ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ (حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) نے "زکوٰۃ دیا کرتے ہیں" کہہ کر ادھر اشارہ کر دیا ــ بعض مفسرین نے یہاں زکوٰۃ کو "طہارت" (پاکیزگی) یا تزکیہ نفس کے معنی میں لیا ہے۔ گویا آیت حاضرہ کو "قد افلح من تزکّٰی" اور "قد افلح من زکّٰھا" کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ مراد ہو تو اس کے مفہوم کو عام رکھا جائے۔ جس میں بدن کا، دل کا اور مال کا پاک رکھنا سب داخل ہو۔ زکوٰۃ وصدقات بھی ایک قسم کی مالی تطہیر ہے "خذ من اموالھم صدقۃً تطھرھم و تزکیھم بھا" (توبہ رکوع ۳) یہ کہنا کہ آیت مکی ہے اور مکہ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی۔ ابن کثیر نے اس کا جواب دیا ہے کہ اصل زکوٰۃ کی مشروعیت مکہ میں ہوچکی تھی۔ ہاں مقادیر ونصب وغیرہ کی تشخیص مدینہ پہنچ کر ہوئی (واللہ اعلم)

۴۔ چوتھی خصوصیت شہوات نفسانی کو قابو میں رکھنا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے۔ وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا، لواطت، اور استمنا بالید وغیرہ سب صورتیں آگئیں۔ بلکہ بعض مفسرین نے حرمت متعہ پر اس سے استدلال کیا ہے۔

۵۔ پانچویں خصوصیت امانت وعہد کی حفاظت کرنا اور معاملات کو درست رکھنا ہے۔

(باقی ص۱۷ پر)

محمد شفیع عمرالدین، حیدرآباد

اپنے ساتھ
خود را فضیحت دیگراں را نصیحت
والا معاملہ نہ کرو

شعر

واعظاں کیں جلوہ در محراب منبر میکنند
چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند (حافظ رح)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَ أَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥

(البقرہ : آیت ۴۴)

ترجمہ : کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے؟

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

بعض علمائے یہود یہ کمال کرتے تھے کہ اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ دین اسلام اچھا ہے اور خود مسلمان نہ ہوتے تھے۔ اور نیز علمائے یہود بلکہ اکثر ظاہر بینوں کو اس موقع پر یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ جب ہم تعلیم احکام شریعت میں قصور نہیں کرتے اور حق پوشی بھی نہیں کرتے تو اس کی ضرورت نہیں کہ خود بھی احکام پر عمل کریں۔ جب ہماری ہدایت کے موافق بہت سے آدمی اعمالِ شریعت بجالاتے ہیں تو بحکم قاعدہ الدال علی الخیر کفاعلہ وہ ہمارے ہی اعمال ہیں تو اس میں دونوں کا بطلان فرما دیا گیا۔ اور آیت سے

مقصود

یہ ہے کہ واعظ کو اپنے وعظ پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے۔

عالمِ بے عمل کی مثال

۱۔ حدیث : مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِیْ یُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَ یَنْسٰی نَفْسَہٗ کَمَثَلِ السِّرَاجِ یُضِیْءُ لِلنَّاسِ وَ یَحْرِقُ نَفْسَہٗ۔

(جامع الصغیر بحوالہ طبرانی)

ترجمہ : اس عالم کی مثال جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور اپنے آپ کو بھلا دے اس چراغ کی سی ہے جس کی روشنی تو لوگوں کے واسطے ہے مگر خود جل رہا ہے۔

یعنی دنیا میں بے عمل عالم کی تعلیم پر چل کر لوگ تو آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں گے مگر وہ خود بے عملی کے باعث دوزخ میں جلے گا۔

۲۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرا گذر کچھ لوگوں سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ کہا گیا کہ یہ میری امت کے وہ واعظ ہیں۔ جو لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے مگر اپنے آپ کو بھلا دیتے تھے۔ حالانکہ وہ کتاب اللہ پڑھتے تھے۔ (ابن کثیر)

۳۔ جنتی لوگ دوزخیوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ تم دوزخ میں کیسے ڈالے گئے خدا تعالےٰ کی قسم ہم نے جو کچھ (دین) آپ سے سیکھا تھا (اس پر عمل کر کے) ہم تو جنتی بن گئے؟ پس دوزخی جواب دیں گے کہ جو باتیں ہم آپ لوگوں کو بتاتے تھے ان پر ہم خود عمل نہ کرتے تھے۔ (ابن کثیر رح)

عمل کرنے والے بنو

لہٰذا بندے کو چاہئے کہ فریضۂ تبلیغ بھی بجا لاتا رہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دوسروں کو دیتا رہے۔ مگر خود عمل سے کورا نہ رہے۔ جو باتیں دوسروں کو سمجھائے ان پر خود بھی عمل پیرا رہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہی دستور العمل رہا ہے۔ اول احکام اللہ پر خود عمل کرتے ہیں اور اپنا عملی اسوۂ حسنہ امت کی پیروی کے لئے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو فرماتے ہیں :۔

وَمَآ أُرِيْدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلٰى مَآ أَنْهٰكُمْ عَنْهُ ط إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط

(ہود۔ آیت ۸۸)

ترجمہ : اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تمہیں منع کروں میں اس کے خلاف کروں۔ میں تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح ہی چاہتا ہوں۔

یعنی

"جن بُری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود اُن کا ارتکاب کروں مثلاً تمہیں تارک الدنیا بناؤں اور خود دنیا سمیٹ کر گھر میں بھر لوں۔ نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا کاربند ہوں تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔" (مولانا عثمانی رح)

کون نہیں جانتا کہ ہمارے حضرت سیدنا خاتم النبیین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانبرداروں کی صف میں اوّل اور سب سے آگے ہیں :۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ج وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ٥

(الانعام آیت ۱۶۲ ـ ۱۶۳)

ترجمہ : کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

بزرگانِ دین اس معاملہ میں بڑے محتاط ہوتے ہیں جو بات وہ دوسروں کو کہتے ہیں وہ خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو ان کی خدمت میں اس لئے لائی کہ وہ اسے ہدایت کریں کہ گڑ نہ کھایا کرے۔ بزرگ نے اس عورت کو فرمایا کہ اپنے فرزند کو کل ان کے پاس لائے۔ جب وہ دوسرے دن بچے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو بزرگ نے بچے کو فرمایا کہ "بیٹا! گڑ نہ کھایا کرو"۔ بچے کی ماں نے کہا کہ حضرت! یہ نصیحت تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے۔ اس پر بزرگ نے فرمایا کہ میرے لئے کل ایسا کہنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ میں خود گڑ کھائے ہوئے تھا۔

زبانی لاف زنی نہ کرو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

(الصف - آیت ۱ تا ۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اور اس کو کرو نہیں۔ بیشک اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

(ف) مسلمانوں کی تمنا تھی کہ وہ عمل جو اللہ تعالےٰ کو سب سے پیارا ہے ہمیں معلوم ہو تو اسے بجا لائیں۔ بتایا گیا کہ وہ عمل "جہاد" ہے۔ نیز ہدایت کی گئی کہ جو بات کہو اسے پورا کر دکھلاؤ۔ جب سب سے پیارا عمل جہاد بتا دیا تو اس میں ثابت قدم رہو۔

لہٰذا ہمیں سبق ملا جو کہیں وہ عملی طور پر بھی پورا کر دکھلائیں۔ صرف زبانی جمع خرچ اور لاف زنی کرنے والے نہ بنیں۔

۲۔ تفسیر ابن کثیرؒ میں حضرت عبداللہ بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں اس وقت بچہ تھا۔ کھیلنے کے لئے باہر جانے لگا تو میری ماں نے کہا کہ بیٹا ادھر آؤ تمہیں کچھ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو واقعی کچھ دینا چاہتی ہے؟ میری والدہ نے جواب دیا۔ ہاں حضور! میں اسے کھجوریں دینا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر خیر۔ ورنہ یاد رکھو۔ اگر کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یونہی کہتیں تو یہ تمہارا ایک جھوٹ لکھا جاتا۔

اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کرو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

(التحریم - آیت ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر فرشتے سخت دل قوی ہیکل مقرر ہیں، وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے وہ جو انہیں حکم دے۔ اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اس آیت شریفہ میں اول اپنی ذاتی اصلاح کا حکم ہے۔ اس کے ساتھ اپنے اہل وعیال کی اصلاح کا حکم ملتا ہے۔

اوّل خود احکام اللہ و احکام الرسولؐ پر چل کر دوزخ سے اپنا بچاؤ کرے۔ پھر اپنے اہل وعیال کو بھی ان احکام کا پابند بنائے تاکہ وہ بھی دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔

دوزخ سے بچاؤ کا طریقہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الصف - آیت ۱۰ تا ۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں بہشت میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دے۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ

(آیت ۱۰-۱۱) عذاب الیم سے نجات دینے والی چیز ایمان باللہ و بالرسول کے بعد قتال فی سبیل اللہ ہے۔ ان تینوں چیزوں کا حصول قطعی ہے۔

(آیت ۱۲) یہ اس کی جزاء خیر ہے۔ مومن کا مقصود چونکہ نجات آخرت ہے اس لئے اس کا ذکر پہلے آیا اور دوسری جزاء فتح دینا ہے۔

(آیت ۱۳) احب الاعمال الی اللہ کی ابتداء اسی طرح ہو گی جس طرح حواریین عیسٰی علیہ السلام نے کام شروع کیا تھا۔ کہ عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں نے پہلے تبلیغ شروع کی۔ اس کے بعد مومن اور کافر دو جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ دونوں کے مقاصد میں چونکہ تضاد تھا دونوں آگے چل کر ٹکرائیں۔ اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں کو فتح عطا فرمائی۔

بے جا مدح سرائی

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(آل عمران آیت ۱۸۸)

ترجمہ: مت گمان کر ان لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں جو کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اس چیز کے ساتھ تعریف کئے جائیں۔ جو انہوں نے نہیں کی۔ پس ہرگز تو انہیں عذاب سے خلاصی پانے والا خیال نہ کر۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

یہود غلط مسئلے بتاتے، رشوتیں کھاتے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات و بشارات جان بوجھ کر چھپاتے تھے پھر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ بڑے عالم اور دیندار، حق پرست ہیں۔

دوسری طرف منافقین کا حال بھی ان کے مشابہ تھا۔ جب جہاد کا موقع آتا گھر میں چھپ کر بیٹھ رہتے۔ اور اپنی اس حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لاتے تو غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کر کے چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں۔ ان سب کو بتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں۔ اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں فضیحت ہوتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو وہاں کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔

(تنبیہ) آیت میں گو تذکرہ یہود یا

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری

ذِکْرُہٗ فِی الْاُمَمْ

(قسط دوم)

شہادت ۳ ابونعیم ابن جریر اور طبرانی اور دیگر محدثین - متعدد سندوں سے حضرت عباس بن مرداس سے روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ ابتدا میں یہ ہوئی کہ اس شخص کے باپ نے مرتے وقت مجھ کو وصیت کی تھی، کہ اس بت کی عبادت جس کا نام ضمار ہے ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور جو مشکل درپیش ہو اس کام میں اس کی طرف رجوع کرنا۔ اس واسطے کہ یہ بت مشکل کشائی میں بےنظیر ہے۔ سو اپنے باپ کی وصیت کے بموجب ہمیشہ اس بت کی خدمت میں مشغول رہتا تھا میں اور روزگار و بار ریاست کے اس کی زیارت کو ایک مرتبے جاتا تھا۔ میں ایک دن جنگل میں شکار کے واسطے گیا تھا جب دو پہر ہوئی تو گرمی کی شدت سے میں ایک درخت کے سایہ کے تلے بیٹھ گیا۔ میں اور نوکر چاکر بھی جو میرے ساتھ تھے ادھر ادھر درختوں کے تلے بیٹھ گئے۔ یکایک دیکھا میں نے ایک شتر مرغ سفید رنگ جیسا روئی کا گالا دھنا ہوا اوپر سے نیچے آیا اور اس شتر مرغ ایک شخص سفید پوش نورانی شکل سوار ہیں۔ اور میری طرف خطاب کر کے کہتے ہیں۔ کہ اے عباس بن مرداس کچھ تجھ کو خبر ہے کہ آسمان کی نگہبانی کے واسطے چوکیاں مقرر ہوئیں اور لڑائی اور جہاد زمین پہ پھیل گیا۔ اور زین اور لگام والے گھوڑے جہاد کے لئے تیار ہوئے ہیں اور یہ نیک طریقہ جو زمین پر لایا ہے۔ وہ دوشنبے کے دن اور منگل کی رات کو پیدا کیا۔ اور اس کی سواری کی ایک اونٹنی ہے۔ اس کا نام قصویٰ ہے عباس کہتے ہیں کہ یہ بات سنتے ہی مجھ کو خوف اور رعب زیادہ ہوا۔ وہاں سے سوار ہو کر گھر کو آیا اور پہلے اس بت کے پاس جس کا نام ضمار تھا۔ گیا میں تھوڑی دیر اس کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گیا اس کے اندر سے آواز نکلی (جس کا ترجمہ یہ ہے)

کہدے سلیم کے سب قبیلے سے کہ ہلاک ہوا۔ انیس اور زندہ ہوئے مسجد والے اور ہلاک ہوا ضمار اور پوجا گیا تھا ایک مدت تک قبل اترنے کتاب کے طرف نبی کے جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بےشک جو شخص وارث ہوا ہے نبوت کا اور ہدایت کا بعد مریم کے بیٹے کے اور وہ قریش سے ہے اور سیدھی راہ چلنے والا عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کو لوگوں سے ظاہر نہ کیا بلکہ پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ جب کافر جنگ احزاب سے جس کو خندق بھی کہتے ہیں پھر سے اسی وقت میں ایک اونٹ خریدنے کے واسطے عقیق کی طرف جو ذات عرق کے متصل بستی ہے گیا تھا یکایک ایک سخت آواز آسمان سے آئی میں نے نظر اوپر کی تو دیکھا میں نے وہی پیرو مرد سفید شتر مرغ پر سوار ہیں اور کہتے ہیں کہ جو نور دو شنبہ کے دن اور منگل کی رات کو دنیا میں آیا ہے سو اب ناقہ قصویٰ کہ صاحب کے ہمراہ نجد میں آتا ہے۔ اس وقت سے دین اسلام کا اعتقاد میرے دل میں بیٹھ گیا۔ تفسیر عزیزی صد۱۵

شہادت ۴ ابن سعد نے جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے جعد کہتے ہیں کہ ہم چار آدمی اپنے وطن سے حج کے ارادہ سے چلے راستے میں ایک جنگل ملا یمن کے متعلقات سے اس جنگل میں ایک آواز سنی ہم نے کہ کوئی اشعار پڑھ رہا ہے۔ (جن کا ترجمہ یہ ہے)

آ گئے اونٹوں کے سوار پچھلی رات کو مقام کرنے والے پہنچاؤ جب کھڑے ہو تم یعنی پہنچو تم حطیم اور زمزم کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مبعوث ہوئے ہیں سلام ہماری طرف سے اور تحیت جانا تم انس کے پاس جہاں کہیں اس نے سیر کی ہو اور وضو کیا ہو اور کہنا اس سے ہم سب یعنی جہاں کے جنات تمہارے دین کے گرد ہیں اسی طرح وصیت کی تھی ہم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے نے۔

(تفسیر فتح العزیز صد۱۱۴ پارہ ۲۹)

شہادت ۵ ابن عساکر اور دیگر محدثین نے اس قصے کو نقل کیا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کاہنوں کا اور کہانت کا کچھ ذکر ہو رہا تھا۔ لوگ نقل کرتے ہیں کہ یہ کارخانہ نبوت کے ظہور اور وحی کے نزول ہوتے ہی موقوف ہو گیا۔ حاضرین میں سے حضرت مرداس نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو اس مقدمے میں عجب اتفاق ہوا تھا۔ جو قابل سننے کے ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کرو مرداس نے کہا کہ ہمارے پاس ایک لونڈی (نوکرانی) تھی اس کا نام (خاصنہ تھا) بہت نیک بخت اور صالحہ تھی کبھی برائی کا وہم اس کی طرف نہ ہوا تھا ایک روز میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ تم مجھ کو کیا جانتے ہو۔ ہم نے کہا کہ تجھ کو بڑی نیکبخت اور صالحہ جانتے ہیں۔ کبھی برائی کا وہم بھی تیری طرف ہم کو نہیں ہوا۔ پھر اس نے کہا کہ ان دنوں مجھ پر ایک عجیب احوال گزرا ہے۔ کہ میں ایک روز اکیلی اپنے گھر میں بیٹھی تھی۔

ایک چیز سیاہ میرے اوپر چڑھ بیٹھی۔ اور جس طرح مرد عورت سے صحبت کرتا ہے۔ اسی طرح اس نے میرے ساتھ کیا۔ اور پھر کچھ معلوم نہ دیا۔ سو مجھ کو یہ خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے حمل رہ گیا ہو اور تم لوگ مجھ پر زنا کی تہمت کرو۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم کو تیری طرف سے ایسی چیز کا وہم بھی نہیں آنے کا تو جا اطمینان سے رہ۔

چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ اس کو حمل ہے۔ پھر موافق معمول کے لڑکا جنی۔ لیکن اس لڑکے کے دونوں کان کتے کے سے تھے اور اس کا رنگ بھی آدمیوں کا سا نہ تھا۔ سو وہ لڑکا ہمارے لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ یکایک ایک روز ننگا ہو کے چلانے لگا اور کہنے لگا کہ افسوس اور خرابی ہے کہ دشمن کے سوار تمہیں لوٹنے کے لئے اس پہاڑ کی اس طرف آن پہنچے اور تم غافل بیٹھے ہو۔

ہم سب اس کے کہنے کے بموجب مسلح ہو کر اس پہاڑ پر گئے دیکھا تو واقعی دشمن کے سوار ہیں۔ آخر ان سے لڑائی کر کے ان کو ہٹا دیا۔

اس وقت سے اس لڑکے کے کہنے کا اعتبار ہو گیا جو وہ کہتا تھا ویسا ہی ہوتا تھا کبھی اس کی بات جھوٹی نہ ہوتی تھی۔

پھر جب سے آپ نبی ہوئے۔ اور وحی آنا شروع ہوئی تب سے اس کی باتیں جھوٹی ہونے لگیں۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تجھ کو اب کیا ہوا جو جھوٹ بولنے لگ گیا۔ تو اس نے کہا کہ مجھ کو کچھ علم نہیں جو شخص مجھ کو سچی خبر پہنچاتا تھا۔ اب جھوٹی خبریں پہنچاتا ہے۔ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ نہیں ملاتا۔ اب اس کی تدبیر یہ ہے۔ کہ تم مجھ کو تین دن ایک اندھیر کوٹھڑی میں بند کر دو کیونکہ جب میں تنہا ہوں گا تو وہ جن جو مجھ کو خبریں دیتا ہے میرے رگ و پوست میں گھس جاوے گا پھر تم اس سے پوچھنا تو تم کو کچھ معلوم ہوگا سو ہم نے ویسا ہی کیا۔ تین دن بعد جب حجرے کو کھولا تو ہم نے دیکھا کہ اس لڑکے کا بدن ایسے ہو گیا جیسے آگ کا انگارا ہم نے سمجھا کہ یہ رنگت آگ کی اسی جن کی ہے جو اس کے اندر آ گیا ہے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

منعقدہ ۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء

درس قرآن

مرتبہ: محمد عثمان غنی بی اے

پارہ ۳ ـ سورہ آل عمران رکوع ۱ ـ آیت ۱ تا آیت ۹

میرے بھائیو، دوستو اور بزرگو ہم اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس دور میں بھی توفیق عطا فرمائی کہ مہینے میں ایک بار کم از کم جمع ہو کر اللہ کا کلام سن لیتے اور سنا لیتے ہیں۔ اللہ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرماتے۔

میرے بزرگو اور بھائیو درحقیقت یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کو ہم اس وقت نہیں سمجھ سکتے اس کا فائدہ اور نفع موت کے وقت... انسان کو نظر آتا ہے۔ پھر قبر میں پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ جو تھوڑی دیر میں وہاں ٹھہرا تھا۔ اس سے مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔ پھر قیامت میں بھی یہ عبادتیں اور نیکیاں کام آتی ہیں۔ درحقیقت اگر غور سے آپ دیکھیں تو یہ ہمارے لئے اور ہمارے بعد آنے والی دوسری نسلوں کے لئے بھی بہت بڑی خوبیوں اور برکتوں کا ذخیرہ بن جاتا ہے۔ قرآن مجید میں آپ نے غور فرمایا ہوگا۔ سورۂ یٰس میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝

اللہ تعؔ فرماتے ہیں کہ ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے ہیں جو کچھ وہ اپنے اعمال پہلے بھیج دیتے ہیں۔ یعنی زندگی میں جو عمل کرتے ہیں۔ واثارھم اور جو وہ پیچھے چھوڑ آتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے کے بعد کچھ اثرات بعد میں بھی رہتے ہیں۔ گذرنے والے کا نقش قدم تو رہتا ہی ہے۔ خواہ گھنٹہ بھر رہے یا چند منٹ رہے یا چند سیکنڈ رہے یا کچھ دیر رہے۔ نقش قدم باقی رہتا ہے۔ بعینہٖ نیکوں کی نیکیاں ان کے لئے بھی مفید ہوتی ہیں اور ان کے بعد صدیوں تک وہ اپنی قوت اور ضعف کے اعتبار سے بھی مفید رہتی ہیں۔

میں کل لاہور سے واپس آیا ہوں، جب میں آپ کے واہ کے قریب سے گذرا تو مجھے تو ویسے ہی خیال آیا کہ اللہ تعالےٰ نے واہ میں درس قرآن کا یہ سلسلہ کیسے قائم کر دیا؟ آپ یقین سمجھیں، میری طبیعت میں فوراً ہی یہ خیال آیا۔ کہ یہاں کسی زمانے میں اللہ کے کوئی نیک بندے گذرے ہیں۔ یہاں ٹھہرے ہیں یا یہاں سے مسافرانہ طور پر گذرے ہیں۔ ان کی وہ ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی ہوگی۔ جس کی وجہ سے اس کے آثارِ قدم باقی ہیں۔ اس لئے اس خطّے میں قرآن کی خدمت ہوتی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔

آپ دوستوں کو شاید پتہ ہو کیونکہ آپ میں سے اکثر حضرات تاریخ دان ہیں یہ جو سامنے پہاڑ پر خانقاہ نظر آرہی ہے۔ جسے بابا ولی قندھاری کی خانقاہ کہتے ہیں۔ حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اور ان کے خلفاء کے تذکرے میں آتا ہے۔ کہ حسن ابدال نامی ایک ولی گذرے ہیں جو ان کے خلیفہ تھے۔ اور لکھا ہے کہ حسنؒ مضافاتِ کابل (پہلے زمانے میں یہ سارا کابل کا سمجھا جاتا تھا۔) اور مجھے تو پورا وثوق ہے کہ یہ جو خانقاہ ہے۔ جہاں وہ اوپر مسجد چھوٹی سی بنی ہوئی نظر آرہی ہے، جو بابا ولی قندھاری کے نام سے مشہور ہیں، یہ وہی ہیں جو مجدّد الف ثانیؒ کے خلیفہ تھے۔ یہاں سے گذرے ہوں گے۔ اللہ اللہ کیا ہوگا بس خانقاہ بن گئی۔

اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنؐ مجید کا فارسی ترجمہ لکھا ہے۔ ان کے حالات میں موجود ہے۔ اور وہ ترجمہ میں نے خود دیکھا ہے جو ہم نے پچھلے دنوں کیمبلپور میں نوادرات علمیہ کی ایک نمائش کی تھی اس کی رپورٹ چھپ چکی ہے، اس نمائش میں ہم نے وہ نسخہ رکھا تھا۔ اورنگ زیبؒ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اوپر قرآن مجید کا متن ہے اور نیچے فارسی ترجمہ ہے۔ اورنگ زیبؒ نے اپنے حالات میں کہا ہے کہ میں نے قرآن مجید کے اس نسخے کا یہ ترجمہ حسن ابدال سے شروع کیا۔ اور یہ دکنّ میں جا کے ختم ہوا۔

اور پھر آپ میں سے وہ دوست، جن کا تعلق حضرت امام اولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ اچھی طرح جانتے ہوں گے، "مرد مومن" وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ حضرتؒ نے اس قرآن مجید کے ترجمے کی ابتداء واہ کی جامع مسجد سے کی ہے۔ یہ جو واہ گاؤں کی مسجد ہے، یہاں افتتاح ہوا ہے اس ترجمے کا، آپؒ نے ابتدا یہاں سے کی ہے، گرمیوں کے موسم میں یہاں تشریف لائے، اور اس مسجد میں علیحدگی میں بیٹھ کر قرآن مجید کا ترجمہ لکھنا شروع کیا۔

یہ سب وہ آثار ہیں میرے دوستو اور میرے بزرگو جن کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ہم جیسے گنہگاروں کو یہاں اکٹھا ہونے کی توفیق عطاء فرمائی۔ قرآن مجید کے وہ ثمرات ہیں جو فضا میں موجود ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں ظہور کرتے رہتے ہیں۔ الحمدللہ یہ اللہ تعالیٰ نے بڑی سعادت عطا فرمائی کہ ہم مہینے میں کم از کم ایک دفعہ تو اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی بھی توفیق عطاء فرمائے۔

جیسا کہ آپ دوست بھی جانتے ہیں کہ اگر مہینے میں ایک درس ہو، سال میں بارہ درس ہوئے اگر ایک ایک رکوع کا بھی درس ہو تو سال میں بارہ رکوع بنتے ہیں تو اس طریقہ سے تو ہماری عمریں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن قرآن مجید ختم نہیں ہوگا اور روزانہ درس یا ہفتہ وار درس کا اہتمام فی الحال تو ناممکن ہے، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرما دیں۔ اس لئے میں نے کل ہی یہ سوچا تھا کہ واہ کے درس میں ایسی تجویز کیوں نہ کی جائے کہ ہر درس میں ہر بڑی سورت کا پہلا رکوع بیان کر دیا جائے اور اس رکوع کو اس طریقہ پر بیان کرنے کی کوشش کی جائے کہ سورت کا سارا مضمون احباب کے ذہن نشین ہو جائے اور پھر اگر وہ سورت پوری دیکھنا چاہیں تو دیکھ لیں، اسی مناسبت سے میں نے آج سورتِ آل عمران کا پہلا رکوع پڑھا ہے۔ ہر سورت کے پہلے رکوع میں میں کوشش کروں گا، اللہ تعالیٰ نے جو مجھے علم دیا ہے اسی کی توفیق اور عنایت کے ساتھ پہلے رکوع میں وہ باتیں بیان کر دی جائیں کہ جن کا تعلق پوری سورت کے مضمون کے ساتھ ہو۔ آپ حضرات نے دیکھا ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہر سورت کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ اور مفسّرین متقدّمین جو گذرے ہیں انہوں نے بھی یہ طرز اختیار کیا ہے کہ ہر سورت کا خلاصہ بیان کرتے ہیں تو سامع پھر خود بخود اس مضمون کو ساری سورت پر منطبق کرتا رہتا ہے۔

یہ سورت ہے میرے بزرگو سورتِ آل عمران لکھا ہے کہ یہ سورت مدینہ ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے جناب نبی کریم صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ اس سورت کو آلِ عمران کیوں کہتے ہیں؟ عمران حضرتِ مریمؑ کے والد ماجد کا نام ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا....... آگے آرہا ہے، اس مناسبت سے حضورِ انورؐ نے اس کا نام رکھا ہے سورتِ آلِ عمران۔ مضمون اس میں کیا ہے؟ خلاصہ مضمون کا یہ ہے جیسا کہ سورتِ فاتحہ کے شروع کے درس میں میں عرض کر چکا ہوں، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ۔ کی تفسیر میں میں نے عرض کیا تھا کہ

نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم جب تشریف لائے تو حضورؐ کا واسطہ تین قوموں کے ساتھ پڑا۔ مشرک، جو خدا کو مانتے تھے یا نہیں مانتے تھے لیکن اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے مثلاً بُت پرست، دوسرے یہودی تھے اور تیسرے نصاریٰ تھے۔ قرآن مجید میں سارے عقائد کی جو اصلاح ہے اس کے محور یہ تین طبقے ہیں باقی جتنے فرقے یا طبقات ہیں وہ سب ضمنی ہیں۔ سورۂ بقرہ میں اگر آپ نے غور فرمایا ہو تو اس زمانے کی بڑی قوم جو تھی یہود یا بنی اسرائیل، اس کی اصلاح فرمائی گئی۔ اُن کے غلط نظریات، ان کے اعمال، عقائد، ان کے خیالات، انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مذاق اور استہزاء، یہ ساری باتیں سورتِ بقرہ میں بیان ہوئی ہیں۔

سورتِ آلِ عمران میں اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں کی اصلاح فرمائی ہے۔ عیسائیت کا جو نظریہ تھا وہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ ویسے عیسائیوں کے بہت سارے فرقے ہیں۔ ہمیں تو یہ الزام دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں بہت سارے فرقے ہیں حالانکہ ان کے اپنے ہاں اتنے فرقے ہیں جو ہم سے بھی زیادہ ہیں کئی ہزار فرقے ہیں ان کے ہاں۔ مگر تین مشہور فرقے ہیں۔ ایک فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام عینِ خدا ہیں —— بالکل خدا —— یعنی ۱۹۶۶ سال کا خدا۔ جب عین خدا ہے تو ۱۹۶۶ سال کا ہی تو ہوا۔ قرآن نے فرمایا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط یہ بھی کافر ہیں۔ دوسرا طبقہ اِن کا ہے وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام خدائیت کے شریک ہیں۔ تین ہیں، تینوں سے بن کے خدا بنا اور عیسیٰ علیہ السّلام تیسرا حصّہ ہیں۔ ان کے متعلق بھی قرآن نے فرمایا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ط جو کہتے ہیں کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام اللہ تعالےٰ کا تیسرا حصّہ ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ اس لئے کہ اگر حضرتِ مسیح علیہ السّلام اللہ تعالےٰ کا تیسرا حصّہ ہیں تو کیا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ⅔ خدا تھا؟ اب پُورا ہو گیا ہے؟ یہ ماننا پڑے گا کہ پہلے خدا پوتا تھا عیسیٰ علیہ السّلام کے پیدا ہونے کے بعد اب مکمل ہو گیا ہے —— (نعوذ باللہ من ذالک) - اور تیسرا عقیدہ اسی ضمن میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام، حضرت مریم اور روح القدس، یہ تینوں مِل کر اِلٰہ ہیں۔ اس کو ہمارے علم کلام کی اصلاح میں کہتے ہیں۔ اقالیم ثلاثہ

اس سورتِ آلِ عمران میں تینوں نظریات کی تردید کی گئی اور پھر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی وحدہٗ لاشریک ہے، اللہ تعالےٰ ہی کارساز ہے، اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے، اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے۔ میں ساتھ ساتھ انشاء اللہ اس کے بارے میں اور بھی باتیں عرض کرتا جاؤں گا۔

پہلی آیت ہے الٓمّٓ۔ اس کے متعلق میں پہلے عرض کر چکا ہوں سورۂ بقرہ میں کہ جن آیتوں کو حروفِ مقطّعات کے ساتھ شروع فرمایا اس طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ جس طرح تم ان کلمات کے معنے نہ جاننے کے باوجود ایمان رکھتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسی طرح آنے والی جو باتیں ہیں اگر تمہاری عقل میں نہ آئیں تب بھی مان لینا وہ میرا ہی حکم ہے۔ عیسیٰ علیہ السّلام کا بلا باپ کے پیدا ہونا۔ کہہ سکتے ہیں کہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی فرمایا نہیں، مان لے کہ میں خدا ہوں تو مجھے اپنے پر قیاس نہ کر۔ تو اگر ایک کام نہیں کر سکتا تو تو مت یہ سمجھ کہ خدا بھی نہیں کر سکتا۔ خدا جو چاہے کر سکتا ہے وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ اس لئے پہلے فرمایا الٓمّٓ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اپنی مراد کو لیکن مسلمان کو لازم ہے کہ وہ مانے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اگرچہ میں اس کا معنیٰ نہیں سمجھا۔ لیکن اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مجھ تک یہ بات پہنچائی اور یہ فرمایا کہ یہ خدا کا کلام ہے لہٰذا میرا ایمان ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

آگے ارشاد فرمایا۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ط —— اللّٰہُ —— اللہ ہی ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - اس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ ہی ہے اور اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے نہ چھوٹا نہ بڑا نہ پہلے تھا نہ اب ہے نہ آئندہ ہو گا۔ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ — وہ زندہ ہے، زندگی دینے والا ہے، حیات بخشنے والا ہے۔ اَلْقَيُّوْمُ — اور کائنات کا نظام تھامنے والا ہے، سنبھالنے والا ہے

یہاں پر دو صفتیں ارشاد فرمائیں اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے — اَلْحَيُّ اور اَلْقَيُّوْمُ ہر سورت میں میرے بزرگو میرے دوستو اور میرے بھائیو۔ جہاں جہاں اللہ تعالےٰ کے نام آتے ہیں۔ اسماءِ حسنیٰ — وہ ویسے ہی نہیں ہوتے۔ اُن میں بہت بڑی حکمتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نام تو اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کا نام الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ بھی ہے، اللہ تعالےٰ کا نام غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ط — بھی ہے۔ یہاں یہ کیوں فرمایا۔ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ؟ یہ نہیں فرمایا کہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ط - حالانکہ یہ بھی اللہ کے نام ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں (نعوذ باللہ ثمّ نعوذ باللہ) کہ اس میں ترمیمیں کر دو، اس کو اردو میں بیان کرو۔ خدا کو اردو خواں بنا دو فارسی خواں بنا دو - وہ کیا جانتے ہیں قرآنِ کریم کس طرح دنیا میں نازل ہوا - اور قرآن مجید نے حقیقت یہی کہ یہ تو اللہ کا کلام ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ط — تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط اللہ جو کچھ فرما چکے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اَلْحَيُّ فرمایا وہاں پر اَلْقَيُّوْمُ کہنا کفر ہے جہاں اَلْقَيُّوْمُ فرمایا وہاں اَلْحَيُّ کہنا کفر ہے۔ وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ط ہم نے قرآن کو پوری تنظیم اور تنسیق کے ساتھ اتارا ہے۔ اسماءِ حسنیٰ میں غور کرنے سے میرے دوستو اور بزرگو پورا مسئلہ حل ہو جایا کرتا ہے۔ یہاں شروع میں دیکھئے فرمایا ہے اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ — اِس سے پتہ چل جاتا ہے کہ سورت میں جو مضمون آ رہا ہے، اس کا تعلّق کچھ نظامِ حیات کے ساتھ بھی ہے اور کچھ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور کچھ اس کی صفات کے ساتھ بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے آگے چل کر اللہ تعالیٰ کچھ ایسی باتیں بیان فرما رہے ہیں کہ اَلْحَيُّ میں ہوں، جیسے میں چاہوں زندگی بخش دوں - چاہوں تو باپ کے بغیر زندگی بخش دوں - جیسے عیسیٰ علیہ السّلام کو پیدا کیا، چاہوں تو ماں باپ کے بغیر زندگی بخش دوں جیسے آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا، چاہوں تو ماں کے بغیر زندگی بخش دوں جیسا کہ حوّا علیہا السّلام کو آدم علیہ السلام سے نکال دیا۔ یعنی اَلْحَيُّ - زندہ میں ہوں، زندگی بخشنے والا میں ہوں — اور پھر ہمیشہ زندہ رہنا، یہ میرا کام ہے، یہ میری صفت ہے — مسیح ہو کہ عزیز ہو کہ داؤد ہو کہ ابراہیم ہو کہ زکریا ہو، کوئی بھی ہو، اس کو ابدی حیات حاصل نہیں کہ میرا شریک بن سکے۔ دو جہتیں بیان فرما دیں، یعنی حیات دینا، حیات سلب کرنا، حیات بخشنا، یہ ساری کائنات کا سلسلہ میں نے قائم کیا ہے۔ میں اَلْحَيُّ ہوں - اسلئے آگے جو کچھ آ رہا ہے وہ حیات کا مسئلہ ہے -

چاہوں تو پودے کو مٹی سے نکال دوں، چاہوں تو آسمانوں سے بارش برسا دوں، چاہوں تو پہاڑوں میں کیڑے پیدا کر دوں، چاہوں تو آگ میں کیڑے پیدا کر دوں، چاہوں

تو آگ میں پودے پیدا کر دوں،

اب تو آپ دوست مجھ سے بہتر جانتے ہیں، سائنس اتنی زیادہ ترقی کر چکی ہے۔ یہ ساری کی ساری سائنس اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ فرمایا میں ان کو اپنی نشانیاں بتاتا رہوں گا "آفاق میں اور ان کی اپنی جانوں میں۔ پس ہم کہتے رہیں گے "جنت میں لباس کہاں سے آئے گا"؟ "کپڑے کیسے ہوں گے"؟ "ہم مر جائیں گے"، "بدن ختم ہو جائے گا پھر کپڑوں میں کیا ہو گا"؟ آپ دوستوں کو یاد ہو گا کچھ زمانہ پہلے جاپان کی ایک لڑکی کے بدن میں پھوڑے نکلے تھے۔ اخباروں میں آیا تھا۔ اخباروں میں اس کے فوٹو بھی آئے تھے۔

فوٹو تو ہر چیز کے آتے ہیں۔ مولویوں کے آتے ہیں، پیروں کے آتے ہیں۔ یعنی اخبار کیا ہیں، پاسپورٹوں کے دفتر (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اللہ ان کو ہدایت دے اس وقت دو فتنے میرے دوستو بہت زیادہ ہیں۔ (۱) آواز کا فتنہ اور (۲) تصویر کا فتنہ (اللہ آپ کو بھی بچائے اور مجھے بھی بچائے) آپ اندازہ لگائیے کوئی حیا اور شرم ہے؟ کوئی غیرت ہے؟ ہماری بچیاں، بہنیں، قرآن کا ختم کرتی ہیں اپنی بیٹھکوں میں بیٹھ کر، اپنے گھروں میں بیٹھ کر، باہر چلمنیں لگی ہیں۔ چقیں لگی ہیں۔ اخباروں میں فوٹو آ جاتا ہے کہ "فلاں محلّے میں عورتیں ختم کر رہی ہیں"۔ اس ختم سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی لعنت برستی ہے۔ ان پر رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا۔ "یہ کیا ہے؟" اگر ان کی نیت فوٹو کھچوانے کی ہے تو کوئی مولوی صاحب تقریر کر رہے ہیں تو مولوی صاحب بھی اٹینشن ہو کر اخبار میں کھڑے ہیں "تم بھائی کیوں کھڑے ہو کر اخبار میں فوٹو دے رہے ہو"؟ حضرت صاحب کسی جگہ پتھر لگا رہے ہیں، تسبیح لئے ساتھ کھڑے ہیں۔ فوٹو آ گیا حضرت صاحب پتھر اٹھا رہے ہیں یا لگا رہے ہیں، یا وہ ان کو جنت میں بھیج رہے ہیں یا جہنم میں بھیج رہے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں میرے بزرگو دل دکھتا ہے اخبار دیکھتے ہوئے کہ ہمارے یہ اخبارات نہیں ہیں، پاسپورٹوں کے دفتر ہیں، ہر ایک آدمی کا تعارفی خط بلکہ تعارفی شکل بھی ساتھ موجود ہے۔ یہ بہت بڑا فتنہ ہے ملک میں جس نے ہم سے حیا اور شرم کو سلب کر لیا ہے اور اس فتنے میں ہم سب بہہ گئے ہیں، مولوی بہہ گیا، پیر بہہ گئے ہم جو دین کے دعویدار ہیں، دین کے ٹھیکیدار ہیں جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے مصلّے کے وارث بنتے ہیں، ہم بہہ گئے۔ کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا فوٹو بھی اخبار میں آ جائے، کسی نہ کسی طرح ہماری زیارت بھی لوگ کر لیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

تو اس لڑکی کا فوٹو اخبار میں شائع ہوا تھا۔ بتایا گیا تھا کہ اس لڑکی کے بدن پر پہلے پھوڑا نکلتا ہے۔ جب پھوڑا بہت موٹا ہو جاتا ہے تو اس کا ڈاکٹر اپریشن کرتے ہیں تو اندر سے روئی نکلتی ہے۔ جاپان میں بڑے بڑے لوگ پڑھتے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے؟ — ہو کیا رہا ہے؟ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ۔ اللہ اپنی نشانیاں بتاتے ہیں کہ جب میں جاپان کی ایک لڑکی کے بدن سے روئی نکال سکتا ہوں تو جنت میں آدم اور حوّا کو لباس کیوں نہیں پہنا سکتا؟

اس سورت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ اَلْحَيُّ۔ حیات بخشنے والا، حیات دینے والا اور حیات سلب کرنے والا بھی وہی ہے۔ اَلْقَيُّوْمُ نظام تھامنے والا، کائنات کا نظام تھامنے والا، سنبھالنے والا۔ قیوم کہتے ہیں نظام تھامنے والا، سنبھالنے والا، جیسے ہماری بولی میں قیّم کہتے ہیں۔ قیوم۔ نظام کائنات کو سنبھالنے والا۔ اشارہ کر دیا کہ جب میں خود نظام کائنات کو سنبھال سکتا ہوں تو مجھے کسی شریک کی ضرورت ہے۔ نہ چھوٹے کی نہ بڑے کی۔

قرآن شریف میں آتا ہے سورت اسراء کے آخر میں وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝ اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی دوست نہیں بنایا کہ اللہ (نعوذ باللہ) تھک گیا ہو اور کوئی دوست بنا لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں یعنی اللہ کے دوست ہیں، جنہوں نے اللہ کی عبادت کی اللہ نے ان کو اپنا ولی کہا جیسے فرمایا۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط لیکن ان کی نشانی کیا ہے؟ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ط۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ آج میں تقریباً دو ہزار سال سے زمانے کا نظام سنبھال رہا ہوں، آج میں ایک ہفتے کی چھٹی کرتا ہوں، فلانے کو چارج دے دوں — نہ — وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ۔ وہ تو اَلْقَيُّوْمُ ہے نظام خود چلا رہا ہے۔

ان دو صفتوں میں میرے بزرگو اشارہ فرما دیا کہ آنے والی باتیں جو ہیں، سورت میں آئندہ جو کچھ آ رہا ہے اس کا تعلق خداوند تعالیٰ کی توحید ذاتی اور توحید صفاتی کے ساتھ ہے۔ اللہ کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اللہ کی صفتوں میں بھی کوئی شریک نہیں لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح خدا ہیں یا خدائیت میں شریک ہیں، یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ اَلْحَيُّ بھی ہے اَلْقَيُّوْمُ بھی ہے، نظام کائنات کو سنبھالنے والا ہے۔

حیات کی دو قسمیں ہیں اور نظام کی دو قسمیں ہیں میرے بزرگو اور میرے دوستو۔ حیات ایک میرے آپ کے بدن کی حیات ہے ایک میرے کھانے پینے کا نظام ہے اور ایک ہے میرے باطن کی حیات، میرے روح کی حیات، میرے باطن کی خوراک یہ دونوں قسم کی زندگیاں ہیں۔ ایک میرے بدن کی زندگی ہے اور ایک میرے روح کی زندگی ہے۔ جو صحیح زندگی ہے وہ روح کی زندگی ہے۔ میں اپنے درسوں میں شائد کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں ایک اچھے آدمی کے سامنے خوبصورت توانا تندرست آدمی کے سامنے آپ خوراک کے ڈھیر لگا دیں، بہترین خوراک مہیا کر دیں اور وہ کھانے کو بیٹھا ہی ہو۔ (اللہ تعالیٰ غموں سے بچائے) آپ کے کان میں تھوڑی سی بات کہہ دیں کہ آپ کا تار آ گیا ہے، آپ کے اباجی فوت ہو گئے ہیں اگر وہ وفادار بیٹا ہے تو کیا وہ کھانا کھائے گا؟ کہے گا کہ میرا دل مغموم ہو گیا ہے بس پروگرام کینسل کر دو۔ "کیوں کیا ہو گیا؟" "اباجی فوت ہو گئے"۔ اباجی کے مرنے کا اثر کہاں پڑا؟ — دل پر معلوم ہوتا ہے دل کی خوشی، خوشی ہے۔ دل کا غم، غم ہے۔ بدن کی خوشی ہے کہ اچھے کپڑے پہن لئے تو کیا اچھے کپڑے پہننے سے دل خوش ہو جائے گا؟ جیسے کہ میرے بزرگو ایک آدمی بھوکا ہو اور آپ اسے کوٹ پہنا دیں۔ کیا کوٹ پہننے سے اس کی بھوک ماری جائے گی؟ ایک آدمی پیاسا ہو اور آپ اس کے سر پہ ٹوپی رکھ دیں کہ لو بھائی قراقلی کی ٹوپی پہن لو تو وہ کہتا ہے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

ارکانِ اسلام

فرزند علی متعلم عثمانیہ کالج شیخوپورہ

پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں :-
کلمہ ۔ زکوٰۃ ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔

چونکہ یہ پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں ۔ اس لئے ہر مسلمان میں ان پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے ۔ جس مسلمان میں یہ پانچ چیزیں نہ ہوں تو سمجھو اُس کی بنیاد کمزور ہے ــــ اس مسلمان کی بنیاد کی کمزوری کو اس طرح سمجھئے ۔

اگر ہم نے ایک نیا مکان تیار کروانا ہے تو ہم سب سے پہلے یہ کام کرتے ہیں کہ اُس کی بنیادیں مضبوط بناتے ہیں ۔ اور بعد میں اس کو تیار کرتے ہیں ۔ یعنی اگر مکان کی بنیاد میں کوئی کمی رہ جائے تو مکان کے گرنے کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے ــــ اسی طرح اگر ایک مسلمان کی بنیاد ہی کمزور ہو تو اُس کا کامیاب ہونا غیر یقینی سی بات ہے ــــ مسلمان کو اپنی بنیاد پختہ کرنے کے لئے ان پانچ چیزوں پر عمل کرنا ضروری ہے ۔ اگر ان پانچ چیزوں پہ عمل کیا جائے تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ مسلمان کی بنیاد میں کمزوری آ جائے ۔ مسلمان کی بنیاد کو پختہ کرنے کے لئے سب سے پہلی بات کلمہ ہے ۔ ذیل میں ہم تھوڑا سا اس کا مفہوم واضح کرتے ہیں ۔

کلمہ طیبہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ : سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں ۔

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لا الٰہ الاّ اللہ جنت کی کنجی ہے ۔

اس حدیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے ۔ کہ اگر ہم اپنی زبان سے لآ الٰہ کہیں تو اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اس کو جنت کی کنجی مل جاتی ہے ۔ تو دوستو اور بزرگو! یہاں سوچنے کا مقام یہ ہے کہ اگر ہم صرف اپنی زبان سے لآ الٰہ کہیں تو اللہ تعالےٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کو جنت کا حقدار بنا دیتا ہے ۔ پھر ہمیں یہ چاہیے کہ اس پر عمل بھی کریں ۔ افسوس اس بات کا ہے کہ لآ الٰہ کہتی تو تمام دنیا ہے ۔ لیکن اس پر عمل بہت کم کرنے والے ہیں ۔

کلمہ کی مثال اس طرح بھی سن لیجئے کہ ایک کھجور کا درخت ہے ۔ اور اس کی جڑیں خوب سرسبز اور شاداب ہیں اور اس کی ٹہنیاں بھی شاداب ہیں ، پتے سرسبز ہیں ۔ سایہ بہت ٹھنڈا ہے اور پھل بھی بہت اچھا دیتا ہے ۔ دوسری مثال کلمہ نہ پڑھنے والوں کی اس طرح ہے کہ ایک کھجور کا درخت ہے ۔ جس کی جڑیں سوکھی ہوئی ہوں اور اس کی ٹہنیاں بھی سوکھی ہوئی ہوں ، اس کا سایہ بھی اچھا نہیں ہے اور وہ پھل بھی نہیں دیتا ۔ پہلی مثال کلمہ پڑھنے والوں کی ہے اور دوسری مثال کلمہ نہ پڑھنے والوں کی ہے تو اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زبان سے کلمہ پڑھے کیونکہ کلمہ جنت کی کنجی ہے ۔

اور پھر ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ترجمہ : صبح کا سونا روزی کو روکتا ہے ۔

یعنی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ صبح سویرے اٹھیں اور ذکر الٰہی کیا کریں اور صبح اٹھتے ہی اپنی زبان پر کلمہ کا ورد کریں کیونکہ اس طرح سے روزی میں بھی فراغت ہوتی ہے ۔ اس لئے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ صبح اُٹھے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے ۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جب صبح اٹھے تو اپنی زبان سے کلمہ پڑھے

مفہوم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "نمازی کے لئے تین کرامتیں ہیں جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمتِ الٰہی کی گھٹا چھا جاتی ہے ۔ ملائکہ اُس کی زیارت کرتے ہیں ۔ اور ایک فرشتہ ندا دیتا ہے "نمازی سن" اگر تو اچھی طرح سمجھ لے کہ تو کس سے ہمکلام ہے تو قیامت تک سلام پھیرنے کا نام بھی نہ لے گا ۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے :-

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ

ترجمہ : نماز دین کا ستون ہے ۔

یعنی جس طرح ایک عمارت ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے اُسی طرح دین بھی نماز کے ستونوں پر کھڑا ہے ۔

اسی طرح آنکھوں کی کمزوری کو دُور کرنے کے لئے ایک عمل بہت مفید ہے ۔ وہ یہ ہے :-

اپنے مقصود دعا کو ملحوظِ خاطر رکھ کر عشاء کی نماز کے بعد نفل کی نیّت باندھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پانچ پانچ مرتبہ سورہ کوثر پڑھے ۔ نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا کم از کم تین مرتبہ پڑھے ۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْھُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ ۔ اس دعا سے جب فارغ ہو جائے ۔ تو ہاتھوں کے دونوں انگوٹھوں پر دم کر کے دونوں آنکھوں پر پھیرے ــــ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور رحمت کاملہ و صادقہ کے صدقہ میں آنکھوں کی تمام بیماریوں کو بالخصوص روشنی نظر کو بہت زیادہ فائدہ ہو گا ۔ قرآن مجید میں بھی نماز کے متعلق آتا ہے کہ نماز آدمی کو پاکیزہ رکھتی ہے ۔ شیطان کی حرکتوں سے بچاتی ہے ۔

روزہ

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ۔ (الآیہ)

نظر آیا ہلالِ نو مبارک وقت شام آیا
جہاں میں نور پھیلاتا ہُوا ماہِ صیام آیا
خدارا اے مسلمان روزہ رکھ مردِ مسلماں بن
غنیمت ہے کہ تیرے ہاتھ میں ماہِ صیام آیا

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے :-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ : اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جیسے کہ فرض کئے گئے تھے تم سے پہلے لوگوں پر ۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۔

یعنی ہم کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ روزے ہم پر فرض کئے گئے ہیں ۔ یہ خیال غلط ہے بلکہ ہم سے پہلے جو لوگ تھے اُن پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے ۔ تاکہ وہ گناہوں سے بچیں ۔ ایک حدیث میں آتا ہے (اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ) روزہ ڈھال ہے ــــ یعنی روزہ جو ہے یہ آدمی کے جسم سے گناہوں کو صاف کرتا ہے ۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَہُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ ؕ وَ اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

ترجمہ: اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔ رمضان کے یہ گنے چنے دن ہیں (یعنی سال میں ایک مہینہ ہے) پھر اس میں یہ بھی رعایت ہے کہ جو کوئی تم میں سے مریض یا مسافر ہو، تو روزے بعد میں رکھ لے۔ اور اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو فدیہ دے دے یا مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اور جو شخص نیک کام خوشی سے کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور یہ کہ تم اگر روزہ رکھو۔ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم یہ بات سمجھ لو۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے روزہ کی فرضیت کا بیان فرمایا ہے۔ روزے رکھنا بظاہر ایک سخت عبادت ہے جو نفس پر بہت شاق گزرتی ہے نفس کو خواہشات سے روکنا پڑتا ہے۔ اس لئے عابدوں کی تسلی کے لئے فرمایا ہے۔ کہ یہ محنت صرف تم پر عائد نہیں۔ بلکہ کوئی امت بھی اس عبادت سے مستثنیٰ نہیں تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی امت ایسی نہیں گزری جو اس عبادت سے مستثنیٰ رکھی گئی ہو ۔۔۔ حضرت آدم علیہ السلام ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہودیوں کے لئے یوم عاشورہ، ہفتہ کا دن اور بعض دوسرے ایام روزوں کے لئے مخصوص تھے اور عیسائیوں پر ہماری ہی طرح رمضان کے روزے فرض تھے ۔۔۔ نصاریٰ پر بھی ہماری ہی طرح روزے فرض تھے مگر روزے کبھی گرمی میں اور کبھی سردی میں آتے تھے۔ تو بھوک اور پیاس کی وجہ سے سخت پریشان ہوتے تھے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ یعنی جو بھی شخص مالدار ہو اُس کو چاہیئے کہ غریبوں، یتیموں، مسکینوں کو اپنے مال میں سے سو روپے پر اڑھائی روپے ضرور دے۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے "خیرات ان لوگوں سے شروع کرو جس کی تم کفالت کرتے ہو۔

زکوٰۃ صرف اس شخص کو دینی چاہیئے۔ جو لینے کا حقدار ہے۔ لنگڑا، اندھا۔ ایسا آدمی جو اپنے ہاتھوں سے کمائی نہ کر سکے۔ اس کو زکوٰۃ دینا بہت ثواب ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے "متقی وہ لوگ ہیں جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۝

ترجمہ: اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیج رکھوگے اُس کو خدا کے ہاں پالوگے کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

یعنی انسان جو کام بھی نیکی کا کرتا ہے اس کا بدلہ اللہ کے ہاں موجود ہے زکوٰۃ، اسلام کی دوسری بنیاد ہے۔ اسلام کی بنیاد کو مضبوط بنانے کے لئے زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔ زکوٰۃ ادا کرتے وقت اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو دیکھنا چاہیئے۔ یعنی ان میں جو زکوٰۃ لینے کا حقدار ہو اس کو زکوٰۃ دینی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: لِلْجَارِ حَقٌّ ۔۔۔ (ترجمہ) پڑوسی کا (بھی ضروری) حق ہے۔ یعنی زکوٰۃ لینے میں پہلے پڑوسی کا حق ہے زکوٰۃ کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے دی جائے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"زکوٰۃ مالداروں سے لی جائے گی اور ناداروں میں بانٹ جائے گی۔" (بخاری)

قابل زکوٰۃ مال کی دو قسمیں ہیں۔

ظاہر: جو چھپایا نہ جا سکے جیسے گائے، بکری، اونٹ وغیرہ۔

باطن: جس کا چھپا ناممکن ہو جیسے سونا چاندی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی تاریخ

زکوٰۃ ہر سال رجب کے مہینے میں ادا کی جاتی ہے۔

زکوٰۃ کے مستحقین یہ بھی ہو سکتے ہیں

عاملین علیہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اسلامی حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کرتی ہے۔ ان کی تنخواہ زکوٰۃ کی مد سے دی جاتی ہے۔

فی سبیل اللہ: اس سے مراد ہے اللہ کی راہ میں یعنی مختلف نیک کاموں پر خرچ کرنا۔

ابن السبیل۔ مسافر۔ مسافر بھی زکوٰۃ کا حقدار ہے۔ اگرچہ وہ اپنے وطن میں بڑا غنی اور مالدار ہو۔ لیکن اگر مسافری کی حالت میں وہ محتاج ہو تو اسے زکوٰۃ دینی چاہیئے۔

زکوٰۃ خرچ کرنے کے طریقے

زکوٰۃ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے دینی چاہیئے ۔۔۔ اور اللہ کی راہ میں مال کانٹ چھانٹ کر نہیں دینا چاہیئے۔ کم عقل اور نادان لوگوں کو ان کی ضرورت سے زیادہ زکوٰۃ نہیں دینی چاہیئے۔

نماز

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِہِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ فِیۡ جَنّٰتٍ مُّکۡرَمُوۡنَ ۝

اے نام نفس! مجاہدۂ نفس ہے نماز
ایماں کا نور، قلب کی قوت نماز ہے
"نمازی بنو اور نمازی بناؤ"

اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم کے صدقہ میں تمام مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ وہ مسجد میں پہنچ کر پورے آداب نماز کے ساتھ جماعت سے ہر فرض نماز ادا کریں۔ اور ان نعمتوں کے مستحق بنیں جو مندرجہ ذیل احادیث مقدسہ میں نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس مسلمان نے نماز پنجگانہ کی حفاظت کی۔ اللہ تعالےٰ اسے پانچ نعمتیں عطا فرمائے گا۔

۱۔ موت کی سختی سے محفوظ رہے گا۔

۲۔ قبر کے عذاب سے مامون رہے گا۔

۳۔ حشر کے دن اس کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

۴۔ پل صراط سے بجلی کی طرح گذر جائیگا۔

جنت میں بے حساب داخل ہوگا۔

ان تکالیف سے نجات پانے کے لئے ان کے علماء نے روزوں کو معتدل اور بہار میں تبدیل کر لیا۔ اور اس نافرمانی پر کفارہ کے طور پر دس روزے اپنی طرف سے بڑھالئے تو پورے چالیس روزے ہوگئے۔ کچھ دیر کے بعد ان کا بادشاہ بیمار ہوگیا تو انہوں نے منت مانی کہ اگر یہ تندرست ہوگیا تو ایک ہفتہ کے روزے اور

بڑھاتے جائیں گے۔ وہ تندرست ہوگیا
ایک ہفتہ اور بڑھا دیا گیا۔
مسلمانوں کو روزے ضرور رکھنے چاہئیں کیونکہ روزہ آدمی کے جسم سے گناہوں کو ایسے اتارتا ہے جیسے پانی بدن سے میل اتارتا ہے۔ اس لئے مسلمانو! روزوں کے مہینے کو غنیمت جانو۔ اور اس کو ضائع نہ کرو۔ اس مہینے کا احترام کرو۔ کیونکہ روزہ انسان کو متقی بناتا ہے اور بہشت صرف متقیوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے متقیوں کو مدد ملتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔

حج

حج ارکان مسلمانی میں سے ہے اور عبادت عمر ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کئے بغیر مر گیا اسے کہہ دو خواہ وہ یہودی مرے یا نصرانی سب برابر ہے۔ اور فرمایا۔ جو شخص حج کرتا ہے اور پھر گناہوں میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اور زبان کو بیہودہ اور ناشائستہ باتوں سے بچاتا ہے ——— وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص حج کے ارادہ سے گھر سے باہر نکلتا ہے اور راستہ میں مر جاتا ہے تو قیامت تک اُس کے اعمال میں ہر سال حج اور عمرہ لکھا جاتا ہے جو شخص مکہ یا مدینہ میں مرتا ہے وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا۔

علی بن موفق ایک بزرگوں میں سے تھے انہوں نے فرمایا ایک سال میں نے حج کیا۔ اور عرفہ کی رات دو فرشتوں کو خواب میں دیکھا کہ سبز لباس میں آسمان سے اترے۔ اور ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا کیا تو جانتا ہے۔ اس سال کتنے حاجی تھے۔ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ پھر اس نے کہا چھ لاکھ تھے پھر اس نے کہا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ اُس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر اس نے کہا صرف چھ آدمیوں کا ——— یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اس گفتگو کے خوف سے جاگ پڑا۔ اور سخت غمگین ہوا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں ان چھ آدمیوں میں کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اور اسی پریشانی و فکر میں مشعر الحرام پہنچا اور سو گیا۔ اور خواب میں پھر انہیں دو فرشتوں کو دیکھا کہ وہی باتیں کرتے ہیں اور پھر ایک نے دوسرے سے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے کیا حکم کیا ہے۔ دوسرے نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان چھ آدمیوں کے لئے چھ لاکھ کو بخش دیا ہے ——— آپ فرماتے ہیں کہ میں خوشی خوشی خواب سے اٹھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن خانہ کعبہ ایک عروس جلوہ آرا کی مانند ہوگا۔ اور حاجی لوگ اس کے گرد پھرتے ہوں گے اور اس کے پاؤں کو ہاتھ لگائیں گے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اور تمام حاجی لوگ اس کے ساتھ بہشت میں داخل ہوں گے۔

ممنوعات حج چھ ہیں

اوّل۔ لباس کا پہننا۔ کیونکہ احرام میں پیراہن اور آزار و دستار و موزہ منع ہیں۔ بلکہ تہ بند اور نعلین چاہئے۔ اگر نعلین نہ ہو تو کفش جائز ہے۔ اور اگر تہ بند نہ ہو تو شلوار جائز ہے۔ اور ستر عضو کو تہ بند سے ڈھانپنا چاہئے۔ مگر سر کھلا رکھے۔ اور عورت کو اپنی حسب عادت لباس پہننا جائز ہے۔ لیکن منہ بند نہ کرے۔ اگر محمل یا سائبان کے اندر رہو تو درست ہے۔

دوم: خوشبو لگانا: اگر خوشبو استعمال کرے گا یا لباس پہنے گا تو ایک بکرا واجب ہوگا۔

سوم: اگر بال منڈائے گا یا ناخن کٹوائے گا تو ایک بکرا واجب ہوگا۔ بالوں کو اس طرح کھولنا کہ اکھڑ نہ آئیں۔

چہارم: جماع کرنا: اگر جماع کرے گا تو اس پر ایک اونٹ یا سات بکرے واجب ہوں گے۔ اور اس کا حج فاسد ہو جائے گا۔ اور اس پر قضا واجب ہوگی۔ لیکن اگر پہلے تحلل کے بعد جماع کرے گا تو ایک اونٹ واجب ہوگا اور حج باطل نہ ہوگا۔

پنجم: ملاقات مباشرت یعنی مساس کرنا، بوسہ لینا منع ہے۔ کہ جو حرکات عورت و مرد کے باہم چھونے میں طہارت میں نقص پیدا کرے۔ اس میں ایک بکرا واجب ہے۔

ششم: شکار نہ کرے۔ لیکن دریائی شکار کرنا جائز ہے۔ اگر خشکی میں شکار کرے گا تو اس کی مثال گائے، اونٹ یا جس جانور سے وہ شکار مشابہ ہوگا واجب ہو جائے گا۔

جب آدمی حج کا ارادہ کرے پہلے توبہ کرے اور ظلم سے باز آ جائے۔ وصیت نامہ لکھے۔ اور حلال کی کمائی سے سفر خرچ حاصل کرے۔

بقیہ: درسِ قرآن

کہ بھائی مجھے پیاس لگی ہے ٹوپیوں کو چھوڑیں آپ مجھے پانی دیں مجھے کھانا دیں۔ اسی طرح میرے بزرگو میرے دوستو حیات دو قسم کی ہے۔ ایک حیات بدنی ہے اور ایک حیاتِ روحانی ہے۔ حیاتِ بدنی کے متعلق سورت بقرہ میں فرمایا خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط یہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے تمہارے فائدے کے لئے پیدا کی۔ زمین، آسمان، زمین میں جو کچھ ہے شجر و حجر، پہاڑ دریا یہ سب تمہارے فائدے کے لئے ہیں اور حیات روحانی کا فائدہ کیا ہے؟ یہاں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ ——— انہی اللہ نے اتاری آپ پر یہ۔ الکتب ——— کامل کتاب ——— بالحق بالکل صحیح صحیح ——— کس کے لئے؟ کائنات کا نظام چلانے کے لئے۔ کائنات کا صحیح نظام کس سے چلے گا؟ قرآن مجید سے چلے گا۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ——— یہ کتاب تصدیق کرتی ہے اُن کتابوں کی جو اس کے سامنے موجود ہیں۔ یعنی اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو یہودی نہ مانیں۔ انجیل نازل ہوئی عیسیٰ علیہ السلام پر، تورات نازل ہوئی موسیٰ علیہ السلام پر، زبور نازل ہوئی داؤد علیہ السلام پر، دوسرے نبیوں پر بھی تو صحائف نازل ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس کتاب کو نہ مانیں جو نازل ہو چکی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ چنانچہ آگے فرمایا۔ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ ——— اور اسی اللہ نے اُتارا تورات کو بھی اور انجیل کو بھی اس قرآن کے نزول سے پہلے۔ اور یہ کیوں اتارین؟ ھُدًی لِّلنَّاسِ ——— لوگوں کی رہنمائی کے لئے۔ قرآن بھی رہنما، انجیل بھی رہنما، تورات بھی راہنما۔ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط اور اسی اللہ نے فرقان بھی اتارا۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنا پورا پتہ خوشخط اور خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ (منیجر)

بقیہ صفحہ ۸ سے آگے

آخر ہم نے اس سے کہا کہ اے عزیز اب تک تمہاری خبریں سب سچی ہوتی تھیں چند دنوں سے کیوں جھوٹی ہونے لگیں۔ اس نے کہا کہ "اے گروہ دوس کے قبیلے کے نگہبانی کے لئے گئے آسمانو اور پیدا کئے ایسے نبی جو بہتر ہیں سب نبیوں میں" میں نے پوچھا کہ کہاں اس نے کہا مکہ میں اور اس کے بعد یہ کہا کہ اب میں مرتا ہوں مجھ کو پہاڑ کی چوٹی میں دفن کرنا۔ میرے دفن کے بعد آگ کی طرح شعلے نکلیں گے جب تم یہ حال دیکھو تو تین پتھر مجھ پر مارنا۔ یعنی اسی آگ پر۔ اور ہر پتھر پر یہ کلمہ پڑھنا۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ یعنی اے اللہ تیرے نام کی برکت سے۔ اس وقت وہ شعلے بجھ جاویں گے تو ہم نے ایسے ہی کیا۔ تفسیر عزیزی ص ۱۱۵ پ ۲۹

شہادت ۵ بیہقی اور عقیلی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضرت عمر کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیر مرد ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا اور آپ کو سلام کہا آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس کی آواز جن کی سی ہے۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے عرض کی کہ اس غلام کا نام ہامہ ہے ہیم کا بیٹا اور ہیم لاقیس کا بیٹا ہے اور لاقیس ابلیس کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابلیس کے اور تیرے درمیان دو ہی پشتیں ہیں بھلا کہہ تو تیری عمر کتنی ہوگی۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے کچھ تھوڑی سی کم ہے۔ اس واسطے کہ جن دنوں قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اس وقت میں بچہ تھا کئی برس کا لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑوں پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگوں کا غلہ اور کھانا چرا لاتا تھا۔ اور لوگوں کے دلوں میں اپنے خویش اقارب سے بدسلوکی کرنے کو وسوسے ڈالتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کو عمل تو ایسے ہیں اور جوانی اور بچپن کے کام ایسے تو بہت برا شخص ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو ملامت نہ کیجئے۔ اس واسطے کہ اب میں توبہ کرنے کو آیا ہوں اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور ان کی مسجد میں ان کی صحبت میں بہت رہا ہوں۔ اور پہلے ان کے ہاتھ پر توبہ کی تھی اور حضرت ہود اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتوں میں رہا ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے ملاقات کی ہے۔ اور ان سے توریت سیکھی تھی۔ اور ان کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی میں نے ملاقات کی ہے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچانا سو اب اس امانت کے بار کو دور کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اور یہ بھی میری آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے مجھ کو کچھ قرآن کریم سکھلائیں۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سورتیں مثلاً سورۂ واقعہ۔ مرسلات اخلاص وغیرہ سکھلائیں اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اے ہامہ جس وقت تجھ کو کسی چیز کی احتیاج ہو تو میرے پاس آنا اور ہم سے ملاقات نہ چھوڑنا۔ حضرت عمر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ وسلم نے تو دنیا سے وفات پائی اور اس کی (ہامہ) موت کی خبر ہمیں نہیں دی۔ اب ہم کو یہ معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔

تفسیر عزیزی ص ۱۱۶ و ۱۱۷ پ ۲۹ سورۂ جن

بھکر میں یوم "فاروق اعظمؓ"

انجمن تنظیم اہل سنت بھکر کے زیر اہتمام ۴ محرم الحرام کو "یوم فاروق اعظمؓ" شمالی عیدگاہ بھکر میں منایا گیا۔ جس میں صدر تنظیم اہل سنت پاکستان اور دیگر مبلغین تنظیم نے سیرت "فاروق اعظمؓ" پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی تلقین کی اور تفرقہ بازیوں سے بچنے کی تاکید فرمائی۔
خدایار شاہ ہاشمی صدر انجمن تنظیم اہلسنت بھکر۔

مدنی مسجد کا افتتاح

لاہور۔ محلہ کمہار پورہ میں مدنی مسجد کے افتتاح کے سلسلہ میں ۱۳ مئی بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عشاء ایک تبلیغی جلسہ ہوگا! جس میں مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر مولانا سید منظور احمد شاہ صاحب کہروڑی مبلغ مجلس ختم نبوت لاہور مولانا عبدالحی عابد مولانا مشتاق احمد صاحب مولانا امداد اللہ صاحب تقریر فرمائنگے۔
منشی محمد رمضان مدنی مسجد کمہار پورہ لاہور

اطلاع گمشدگی

میری والدہ مسماۃ بشیری بوجہ دماغی توازن درست نہ ہونے کی وجہ سے مورخہ ۲۸/۴ کو موضع ٹھکر کے وڈیچ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ سے گم ہے۔ عمر تقریباً ۵۰ سال قد درمیانہ پھولدار وائیل کی قمیض جامنوں رنگ کی ریشمی شلوار سر پر سفید رنگ کا دوپٹہ پاؤں سے ننگی ہے جن صاحب کو اس کے متعلق علم ہو۔ تو پتہ ذیل پر اطلاع دیں یا پہنچا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ پہنچانے والے کو شکریہ کے ساتھ کرایہ خرچہ آمد و رفت ادا کیا جائیگا۔ عبدالشکور موضع ٹھکر کے وڈیچ براستہ گوندلانوالہ تھانہ قلعہ دیدار سنگھ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

کیا کہ دعا سے دشمنوں کا بیڑا غرق کرا دیں۔ پس امتِ محمدیہؐ کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ سرتاپا عمل بن جائے۔ اور اللہ رب العزت پر کامل بھروسہ رکھے ــــ

اب ستمبر کی جنگ ہی کو دیکھ لیجئے۔ اگر اگر ہمارے بہادر فوجی یہ سوچتے کہ دشمن کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں اور خود ہاتھ پاؤں نہ ہلاتے تو ظاہر ہے کہ جنگ کا نقشہ اس سے قطعی مختلف ہوتا جو اب سامنے آیا ہے۔ حتی الامکان کوشش کرنے اور تمام وسائل کو داؤ پر لگانے کے بعد توکل کرنا اسلامی تعلیم ہے۔ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کا نام توکل نہیں ــــ یاد رکھو! متوکل نہ تو میدانِ جنگ میں جانے سے کنیّ کتراتا ہے اور نہ ہی میدانِ جنگ سے منہ موڑتا ہے۔ فی الحقیقت متوکل وہی ہے جو میدانِ جہاد میں ذرہ برابر نہ گھبرائے اور میدان میں سر دھڑ کی بازی لگا دے۔ اللہ پر بھروسہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ حق تعالےٰ شانہٗ کے سامنے کسی چیز کی کوئی قیمت انسان کی نگاہوں میں نہ رہے۔ ہر چیز اُس کی نگاہوں سے گر جائے اور اللہ کے حکم کی عظمت ہر شئے سے بڑھ کر اُس کے دل و دماغ میں بیٹھ جائے ــــ جان جائے تو جائے مگر اللہ کا حکم اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان نہ ٹلنے پائے۔ وہ ہر چیز سے اپنے آپ کو توڑ لے اور ہر قسم کا تعلق اللہ سے جوڑ لے۔ اسباب کو کام میں لائے۔ اور بھروسہ مسبب الاسباب پر رکھے۔

حدیث شریف میں آتا ہے :-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ بندگانِ خدا ہوں گے جو جنتر نہیں کراتے، شگونِ بد نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ ستر ہزار کا لفظ تعیّن کے لئے نہیں ہے کہ صرف ستر ہزار ہی جنت میں بغیر حساب جائیں گے۔ بلکہ کثرت کے لئے ہے بے حد و حساب لوگ امتِ محمدیہؐ میں سے انشاء اللہ جنت میں بغیر حساب جائیں گے۔ ان کی نشانیاں یہ ہوں گی کہ وہ جنتر منتر پر یقین نہیں رکھیں گے۔ اور نہ ہی کسی چیز سے شگونِ بد لیں گے بلکہ اللہ کی راہ میں کام کریں گے۔ اور اسی پر توکل رکھیں گے۔ اس راہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہیں لائیں گے۔

حاصل یہ نکلا کہ متوکل بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔

آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے کس طرح دن رات اللہ کی یاد میں شاغل رہتے اور اللہ ہی کے دین کے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ کوئی گھڑی یادِ خداوندی سے غافل نہ ہوتے تھے۔ دین ہی کے کاموں میں صبح سے شام اور شام سے صبح کر دیتے لیکن کیا مجال ہے کہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر للچائی نظروں سے دیکھا ہو یا کسی سے کبھی ایک پائی طلب کی ہو۔ اللہ کے کاموں میں لگے رہتے اور اسی کے دروازہ پر دستِ سوال دراز کرتے۔ مخلوق کے دروازے پر کبھی ہاتھ نہیں پھیلاتے لیکن بہرحال محنت ضرور کرتے تھے۔ اور وہ محنت دین کی محنت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں کبھی مایوس نہیں کیا۔ اور اتنا دیا کہ بہت کم کو دیتا ہے اسی کا نام توکل ہے کہ جی بھر کر محنت کرے اور اللہ کے دروازے پر دستِ سوال دراز کرے ــــ اذان ہو رہی ہے اور وقت ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اللہ تعالےٰ ہم سب کو متوکل بنائے اور بغیر حساب جنت میں جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!!

بقیہ : خطبہ جمعہ

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی امانت اور قول و قرار کی حفاظت کرتے ہیں۔ خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں نہ بندوں کے معاملے میں۔

۶۔ چھٹی خصوصیت نمازوں کی حفاظت کرنا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

نمازیں اپنے اوقات پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر عبادتِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔

آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنے کی تاکید کہ اپنے وقت پر آداب و شروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ نماز انتہائی مہتمم بالشان چیز ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے ہاں اس کا نہایت بلند درجہ ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن عزیز نے خصوصیات کا تذکرہ اس سے شروع کر کے اسی پر ختم فرمایا۔

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو تعلق باللہ درست کرنے والوں کی ایک کسوٹی عطا فرما دی ہے۔ اب آپ اس کسوٹی پر ہر شخص کو پرکھ کر دیکھیں۔ اگر یہ صفات کسی میں موجود ہیں تو وہ تعلق باللہ درست کرنے والوں میں شامل ہے اور اس کے جنتی ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس میں یہ خصوصیات نہیں ہیں تو پھر وہ اس زمرے میں شامل نہیں ہوگا یاد رکھیئے! جو لوگ تعلق باللہ درست کر لیں گے اور مذکورہ باتوں پر بدن، جان اور مال سب کچھ قربان کر کے سچے دل سے عمل شروع کر دیں گے۔ دنیا میں بھی انتہائی کامیابی حاصل کریں گے اور آخرت میں بھی جنت الفردوس کے مستحق ہوں گے۔ یہی ماضی کے واقعات بتاتے ہیں اور یہی قرآن کا فیصلہ ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ : اداریہ

صاف ظاہر ہے۔ کہ وہاں قوانین شرعی ہیں اور ان کا نفاذ صحیح طریق پر ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں جرائم سر نہیں اٹھا سکتے تجربات شاہد ہیں کہ جرائم کو روکنے کے لئے خوفِ خدا سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ اسے صرف مذہب ہی انسان کے قلب و دماغ میں راسخ کر سکتا ہے۔ جس کی موجودگی میں کوئی شخص برائیوں کی طرف راغب نہیں ہو سکتا ــــ پس اگر اربابِ اقتدار فی الواقعہ جرائم کا انسداد چاہتے ہیں تو انہیں خود اپنے اور لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا کی تخم ریزی کرنی چاہیئے، مذہبی تعلیم کو عام کرنا چاہیئے۔ اور کتاب و سنت کی روشنی میں عوام و حکام کی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ صرف یہی صورت ہے جس سے جرائم کا انسداد ہو سکتا

ہے - وما علینا الا البلاغ -

دعائے صحت

خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی مدظلہ، کئی دنوں سے بیمار چلے آتے ہیں - اور ان کی تکلیف شدت اختیار کر رہی ہے - قارئین خدام الدین سے بالعموم اور بزرگانِ دین سے بالخصوص درخواست ہے کہ وہ حضرت قاضی صاحب کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے بارگاہِ رب العزت میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ دعا فرمائیں -

ادارہ خدام الدین دست بدعا ہے کہ اسلام کی یہ زبان ہمیشہ بولتی رہے اور سفارتِ اسلام کے فرائض سدا ادا کرتی رہے - ع

این دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد

آہ! مولانا محمد طفیل رح

ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ سطور لکھ رہے ہیں کہ شہر کے ایک سوشل ورکر اور جمعیۃ علماء اسلام کے سرگرم کارکن مولانا محمد طفیل صاحب ایک طویل بیماری کے بعد ۲۸ اپریل ۱۹۶۶ء کو انتقال فرما گئے ہیں - انا للہ و انا الیہ راجعون -

مرحوم ایک نہایت بلند صفات انسان تھے - باوجود محکمہ انہار کے سپرنٹنڈنٹ ہونے کے آپ کا حسن سلوک آپ کے پورے عملہ کو گرویدہ کئے ہوئے تھا - ریٹائرمنٹ کے بعد آپ مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ کی زیر سرپرستی دینی کاموں میں حصہ لیتے رہے - آخر عمر تک آپ پشاوری مسجد نیلا گنبد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے کوئی دینی کام ایسا نہیں تھا جس میں آپ بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیتے ہوں یہی دینی تڑپ انہیں جمعیۃ کی طرف کھینچ کر لائی - اور آپ نے نہایت جرأت، بہادری، تڑپ اور گرم جوشی سے جمعیت کے دستور کو اپنایا - ہر موقع پر جمعیت کی دامے، درمے، قدمے، سخنے امداد کی اور آخری ایام تک جمعیت کی سرپرستی فرماتے رہے -

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین!

(مختار الحسینی)

بقیہ: خود را فضیحت . . . . . .

منافقین کا ہے - لیکن مسلمانوں کو بھی سنانا ہے کہ

بُرا کام

کر کے خوش نہ ہوں، بھلا کر کے اِترائیں نہیں - اور جو اچھا کام کیا نہیں اس پر تعریف کے امیدوار نہ ہوں بلکہ کرنے کے بعد بھی مدح سرائی کی ہوس نہ رکھیں -

مجلس حسن قرأت

مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۶۵ء نماز مغرب کے بعد ۷ بجے شام آرائے بازار لاہور چھاؤنی میں مجلس حسن قرأت منعقد ہوگی جس میں کراچی کے قاری شاکر قاسمی، قاری آصف قاسمی، قاری وحید ظفر قاسمی، قاری زاہر قاسمی اور لاہور کے قاری حضرات مولانا عبدالعزیز صاحب شوقی، قاری افتخار احمد صاحب قاسمی، قاری اظہار احمد صاحب تھانوی، قاری محمد شاکر انور صاحب، قاری عبدالرحمٰن صاحب، قاری عبدالقیوم صاحب، قاری نفیس صاحب، قاری محمد طالب صاحب، قاری عبدالوحید صاحب، قاری محمد آصف صاحب، اور دیگر قرأ حضرات شریک ہونگے -

شائقینِ قرآن کریم سے درخواست ہے کہ وہ اس بابرکت مجلس میں جوق در جوق شریک ہوں -

غلام فرید ناظم مدرسہ مظاہر العلوم شاخ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور - آرائے بازار

سالانہ جلسہ

چہار روزہ عظیم الشان سالانہ جلسہ مدرسہ قاسم العلوم ڈیرہ غازیخان مورخہ ۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ مئی ۱۹۶۶ء کو کمپنی باغ نزد مدرسہ قاسم العلوم میں منعقد ہو رہا ہے جس میں ملک کے نامور بزرگان دین و مشاہیر علماء کرام شرکت فرما رہے ہیں -

(غلام محمد مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ڈیرہ غازیخان)

بچوں کا صفحہ

قصۂ آدم علیہ السلام

ابوالریاض محمد امین، بہاولپور

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں پانچ مرتبہ آیا ہے۔ واقعہ تو دراصل ایک ہی ہے۔ البتہ اندازِ بیان ہر جگہ جداگانہ ہے ذیل میں اس واقعہ کو پارہ اوّل رکوع چہارم سے اختصار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ باقی دوسری جگہ سے پھر لکھیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام پہلے رسول اور خلیفہ ہیں۔ اور انسانی مخلوق کے بابا بھی آپ ہی ہیں۔ اسی لئے آپ کو بابا آدم کہا جاتا ہے۔ ان کی پیدائش سے پہلے فرشتے اور جنّات کی پیدائش ضرور تھی۔ آدم زاد کوئی نہ تھا۔

بابا آدم کو پیدا کرنے سے پہلے خداوندکریم نے فرشتوں سے پوچھا۔ کہ مَیں زمین میں اپنا ایک نائب بنانا چاہتا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ تو زمین پر دنگہ فساد اور خون خرابہ کرے گا۔

فرشتوں نے یہ جواب جنّات کے تجربہ سے دیا۔ کیونکہ جنّات آپس میں لڑتے اور خون خرابہ کرتے رہتے تھے۔ اس لئے فرشتوں نے سوچا کہ آدمؑ کی اولاد بھی اسی طرح کریگی۔ شاید حضرت آدمؑ کا بُت اور اس کے اجزائے ترکیبی آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے سرکشی کا اندازہ لگالیا۔ اور ساتھ ہی فرشتوں نے عرض کیا۔ کہ اے خدا! ہم ہر وقت تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس بیان کرتے رہتے ہیں۔ گویا آدمؑ کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر خداوندکریم نے فرمایا کہ آدمؑ کی پیدائش میں جو حکمت پوشیدہ ہے اُسے مَیں ہی بہتر جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

پس حضرت آدمؑ کے بت میں روح پھونک دی گئی۔ اور وہ زندہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اب اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو جملہ مخلوق کے نام اور ان کے خواص و حقائق سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمادی اور بذریعہ الہام سب اشیاء کی وضاحت کر دی۔ پھر اُن سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے کیا۔ اور کہا کہ اگر تم اپنے دعوےٰ میں سچے ہو، تو ان چیزوں کے نام وغیرہ بتاؤ۔ اس پر سب فرشتے بولے۔ اے اللہ! تو پاک ہے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت کا جاننے والا ہے۔ ہم کیا جانیں۔

فرشتوں کے اس اعتراف کے بعد خداوندکریم نے حضرت آدمؑ سے کہا۔ کہ وہ ہی اُن اشیاء کے نام بتائیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے جملہ اشیاء کے نام بتا دیئے۔ تو خداوندکریم نے فرشتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”مَیں نے کہا نہیں تھا۔ کہ مَیں ہی زمین و آسمان کے پوشیدہ اسرار کو جانتا ہوں اور تمہارے بھی ظاہر و باطن کو جانتا ہوں۔ اور دلوں تک کے بھیدوں سے واقف ہوں۔“

حضرت آدم علیہ السلام کی اس مسلّمہ فوقیت کے بعد خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ سب حضرت آدمؑ کو تعظیمی سجدہ کریں۔ اس پر سب فرشتے سجدہ کے لئے جھک گئے۔ مگر ابلیس نامراد نے تکبّر اور غرور سے انکار کر دیا۔ اور کافر ہو گیا ؎

تکبّر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

دراصل ابلیس بڑا عبادت گزار رہا تھا اور فرشتوں کا استاد کہلاتا تھا۔ اسے اپنی عبادت اور سرداری کا بڑا گھمنڈ تھا چنانچہ یہی غرور اس کے آگے آیا۔ اور خدا کے حکم کا انکار کر کے مردُود ہو گیا۔

یہ سجدہ تعظیمی تھا اور خدا کے حکم سے تھا۔ اب اسلام میں خدا ہی کے حکم سے منع ہے بلکہ شرک ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی مائی حوّا کو جنّت میں رہنے کا حکم ہو گیا۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو۔ جہاں سے چاہو اور جو چاہو خوب کھاؤ پیو۔ البتہ اس درخت یا پودے کے پاس نہ پھٹکنا۔ درخت یا پودے سے مراد گندم کا پودا یا انگور اور انجیر مراد ہے۔ اگر تم اس کے پاس گئے تو ظالم ٹھیرائے جاؤگے۔

اُدھر شیطان مردُود ہوا تو اس نے بھی خدا سے عرض کی کہ اُسے بھی قیامت تک کی مہلت مل جائے تاکہ وہ بھی جی بھر کر لوگوں کو گمراہ کر سکے۔ چنانچہ اس کی درخواست بھی قبول ہوئی اور اسے تا قیامت زندگی مل گئی تاکہ وہ بھی اپنا شیطانی چرخہ چلاتا رہے۔

حضرت آدمؑ کی خلافت، عظمت اور فوقیت کا اُسے بڑا حسد تھا۔ چنانچہ اپنا پہلا وار ان ہی پر چلایا۔ اور حضرت آدمؑ اور مائی حوّا کو پھسلایا کہ دراصل یہی شجرِ ممنوعہ ہی اصل حیات ہے۔ اور یہی دائمی بہشت کا ذریعہ ہے۔ اسے کھاؤ گے تو سدا جنّت میں رہو گے۔ ورنہ یہاں نہ رہ سکو گے۔ چنانچہ دونوں شیطان کے وسوسے میں آگئے۔ اور اس درخت کا پھل کھا بیٹھے۔

اس پر خداوندکریم نے فرمایا کہ تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ سب جنت سے نکل جاؤ۔ اور نیچے زمین پر جا کر رہو۔ وہاں ایک مقررہ وقت تک تمہیں زندگی گذارنی پڑیگی۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکل کر بہت ہی پچھتائے۔ مگر زمین پر اترنا پڑا۔ یہاں آکر آپ نے دن رات گریہ و زاری کی۔ اس پر خداوند رحیم نے رحم کھا کر ان کے دل پر توبہ کے کلمات اور دعائیہ آیات القا فرما دیں۔ جن کا مطلب یہ ہے۔ ”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور رحم نہیں کرے گا تو ہمیں بہت خسارہ ہوگا۔“ حضرت آدم علیہ السلام اور مائی حوّا دونوں رات دن کئی سال تک یہ دعا پڑھتے رہے۔ پھر ان کی توبہ قبول ہوئی۔ مگر ٹھکانہ زمین پر ہی رہا۔ جنّت جاتی رہی۔ چنانچہ حکم ملا۔ کہ تم زمین پر ہی رہو۔ اور تمہاری اولاد کے پاس میری طرف سے ہدایت آتی رہے گی جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا۔ اور میرے رسولوں کا کہا مانے گا۔ اسے کوئی غم اور خوف نہ ہوگا۔ اور وہ قیامت کے دن غمگین بھی نہ ہوں گے بلکہ خوش و خرّم ہوں گے۔ البتہ جو شیطان کے بندے ہوں گے اور ہماری کتابوں کا انکار کریں گے۔ اُن کے لئے دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

ناظرین کرام! یہ ہے ہماری یہاں دنیا پر آنے کی کہانی۔ شیطان اب بھی ہمیں بہکاتا ہے، وسوسے ڈالتا ہے اور حرص کے بندے اُس کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ مگر رحمان کے بندے اُس کے پھندے میں نہیں آتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطانی وسوسوں سے بچائے اور قرآن پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱-۲ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴-اگست ۱۹۶۴ء

نمازِ حسین رضؓ

نظیر لودھیانوی

جب پرچمِ حبیبِ خدا سرنگوں ہوا — یعنی گرے زمین پہ امامِ فلک مقام
راوی کا یہ بیاں ہے کہ ہنگامِ ظہر تھا — وُہ آخری نماز تھی اور آخری سلام
تھا اشتیاق دل میں اداۓ نماز کا — خونِ دل و جگر سے سراپا تھے لالہ فام
لب خشک، دل کباب، بدن غرقِ خونِ ناب — سینہ فگار نیزہ و شمشیر سے تمام
لیکن وہ شیر دشتِ عرب کا پلا ہوا — تھرائیں جس کے نعرے سے شاہانِ روم و شام
وُہ بحرِ معرفت کا شناور کہیں جسے — وہ راہِ حق پہ جس نے ہمیشہ کیا خرام
رہ سکتا باز طاعتِ خالق سے کس طرح — پہنچا ہوا تھا گرچہ اجل کا اُسے پیام
فرمایا شمرِ ظالمِ اظلم سے آپ نے — مجھ کو نہ فکرِ جاں ہے نہ سر کا خیالِ خام
لیکن یہ آرزو ہے کہ سجدے میں سر کٹے — ہے یہ ازل سے شیوۂ عشاق خشک کام
یہ سُن کے ہو گیا وہ لعین آپ سے الگ — مصروفِ ذکرِ حق تہِ خنجر ہوئے امام
اس بانیٔ جفا و ستم نے نیام سے — مثلِ زبان مار نکالی وہیں حسام
مانندِ بید پیرِ فلک کانپنے لگا — گردوں پہ ہو گیا رُخِ خاور سیاہ فام
تارے نہ دن کو کیوں نظر آتے کہ پڑ گئی — رخسارِ نیم روز پہ زلفِ سیاہ شام
رکھی ہی تھی زمیں پر جبینِ نیازِ عشق — آیا ستاں لعین سوئے قبلۂ انام
گردن پہ اس شناورِ بحرِ شکیب کی — اس سنگدل نے پھیر دی تیغِ جگر مقام

سجدے میں بے سر آج حسینِ حجاز ہے
جس کا کبھی سلام نہیں وہ نماز ہے

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا